ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 31 ...... شمارہ نمبر 12 ...... دسمبر 2023

انسانی حقوق کے تحفظ کی 75 سالہ جدوجہد کبھی تو رنگ لائے گی!

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری
27 جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری
4 فروری کینسر کا عالمی دن
6 فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13 فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20 فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
21 فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ
یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)
3 مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
8 مارچ خواتین کا عالمی دن
15 مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15 مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20 مارچ خوشی کا عالمی دن
21 مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21 مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21 مارچ نوروز کا عالمی دن
21 مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21 مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22 مارچ پانی کا عالمی دن
23 مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24 مارچ تپ دق کا عالمی دن
24 مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25 مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25 مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل
2 اپریل خود فکری سے آگاہی کا عالمی دن
4 اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6 اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7 اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7 اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12 اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22 اپریل مادر ارض کا عالمی دن
23 اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23 اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
25 اپریل ملیریا کا عالمی دن۔ (ڈبلیو ایچ او)
26 اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (ویپو)
28 اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29 اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30 اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی
3 مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)
13 مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی کنبوں کا عالمی دن
17 مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون
یکم جون والدین کا عالمی دن
4 جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5 جون ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)
8 جون سمندروں کا عالمی دن
12 جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14 جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15 جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17 جون زمین کے صحرا بُرد ہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20 جون مہاجرین کا عالمی دن
23 جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23 جون بیواؤں کا عالمی دن
25 جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26 جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل و حمل کے خلاف عالمی دن
26 جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی
5 جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11 جولائی آبادی کا عالمی دن
18 جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28 جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30 جولائی دوستی کا عالمی دن
30 جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست
9 اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12 اگست نوجوانوں کا عالمی دن
19 اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
23 اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29 اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30 اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر
5 ستمبر خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔ جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر امن کا عالمی دن
25 ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر
یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
2 اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
5 اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6 اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9 اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
13 اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
15 اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
16 اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17 اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24 اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
24 اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27 اکتوبر سماعتی و بصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر
2 نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنٰی کے خاتمے کا عالمی دن
6 نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10 نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14 نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
16 نومبر رواداری کا عالمی دن
16 نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19 نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
20 نومبر بچوں کا عالمی دن
20 نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21 نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22 نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
25 نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29 نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر
یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
2 دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3 دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
5 دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
5 دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
7 دسمبر شہری ہوابازی کا عالمی دن
9 دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10 دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
11 دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
18 دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
20 دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

فہرست

ایچ آرسی پی کی جنرل باڈی جمہوریت اور بنیادی حقوق کو پہنچنے والے نقصان کی مذمت، معاشی انصاف کا مطالبہ کرتی ہے 03

غزہ میں جاری بربریت باعث تشویش ہے 04

صاف ہوا بنیادی انسانی حق ہے 05

صحافیوں اور میڈیا ورکرز کے تحفظ کا قانون: آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ 06

سکرنڈ، سندھ کے قریب گاؤں ماڑی جلبانی میں ماورائے عدالت ہلاکتوں کی تحقیقات 09

'بھائی کو گرفتار نہیں کیا بلکہ گھر سے اٹھایا گیا' 10

انسانی حقوق کی خراب صورتحال 12

ماں کی زندگی بچائیں یا بچے کی؟ 13

تربت یونیورسٹی میں منشیات پہنچ جاتی ہیں مگر کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں 15

قلم آزاد 16

ظلم کا دور کب ختم ہوگا؟ 19

ایچ آرسی پی کی جنرل باڈی جمہوریت اور بنیادی حقوق کو پہنچنے والے نقصان کی مذمت، معاشی انصاف کا مطالبہ کرتی ہے

اپنے 37ویں سالانہ عمومی اجلاس کے اختتام پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) کی جنرل باڈی نے معاشی محرومی اور بے روزگاری کے باعث عام لوگوں میں بے بسی کے بڑھتے ہوئے احساس پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آرسی پی کا خیال ہے کہ عام انتخابات سے پہلے سیاسی انجینئرنگ کا سب سے زیادہ نقصان جمہوریت، انتخابی سیاست اور قانون کی حکمرانی کو ہوا ہے۔ مزید برآں، شہری اور سیاسی مقامات پر اسٹیبلشمنٹ کی دراندازی نے آزادانہ، منصفانہ اور قابل اعتماد انتخابات کے امکانات کو نقصان پہنچایا ہے۔ ای سی پی کی جانب سے متنازعہ حد بندیوں سے متعلق تحفظات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔

ایچ آرسی پی آزادیِ اظہار پر مسلسل پابندیوں کی مذمت کرتا ہے: نہ صرف صحافیوں کو اختلاف رائے پر ہٹا دیا گیا بلکہ بہت سے لوگوں کو پاراچنار اور چمن جیسے علاقوں میں حالیہ واقعات کی رپورٹنگ کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ ایچ آرسی پی میڈیا پر دباؤ سے بخوبی واقف ہے اور انتخابات کے قریب آتے ہی اس طرح کی پابندیوں کے لیے ریاست کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے پرعزم ہے۔

ایچ آرسی پی مطالبہ کرتا ہے کہ جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے سربراہ کو ہٹایا جائے اور کمیشن کو اس کی خراب کارکردگی پر جوابدہ بنایا جائے۔ ایسے معاملات میں جہاں متاثرین کے اہلِ خانہ نے درخواستیں دائر کی ہیں، ایچ آرسی پی عدالتوں پر زور دیتا ہے کہ وہ مجرموں کی شناخت کریں اور انہیں جوابدہ ٹھہرائیں، اور یقینی بنائیں کہ متاثرین اور ان کے اہلِ خانہ کو معاوضہ دیا جائے۔ حراستی مراکز کا مسلسل استعمال بھی باعث تشویش ہے۔ ایچ آرسی پی سپریم کورٹ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس معاملے پر دائر کی گئیں پٹیشنز کی سماعت کرے۔

امن وامان کی صورت حال پر، خاص طور پر سندھ اور پنجاب کے کچے کے علاقوں میں، فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ کمزور ہندو خاندان ہجرت پر مجبور ہو رہے ہیں۔ صوبائی حکومتوں کو رہائشیوں کے اس جائز خدشے پر دھیان دینا چاہیے کہ سکیورٹی کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے مالی یا سیاسی فوائد حاصل کرنے میں بااثر افراد ملوث ہیں۔ ایچ آرسی پی کو پولیس مقابلوں کی تعداد میں اضافے پر بھی سخت تشویش ہے۔ ایچ آرسی پی ریاست کو یاد دلاتا ہے کہ ماورائے عدالت قتل، تشدد اور جبری گمشدگیاں انسانیت کے خلاف جرائم ہیں اور انہیں کسی بھی حالت میں جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ایچ آرسی پی مطالبہ کرتا ہے کہ خیبر پختونخوا میں نئے ضم شدہ اضلاع کو مزید تاخیر کے بغیر مرکزی دھارے میں شامل کیا جائے اور مقامی حکومتوں کو بااختیار بنایا جائے۔ ایچ آرسی پی کو فاٹا ٹریبونل کی بحالی پر بھی تحفظات ہیں۔ حکومت کو پاراچنار کی صورتحال پر بھی نظر رکھنی چاہیے اور مزید فرقہ وارانہ تشدد کو روک کر لوگوں کے سلامتی کے حق کا تحفظ کرنا چاہیے۔

خاص طور پر سندھ، جنوبی پنجاب اور گلگت میں خودکشیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد تشویش کا باعث ہے، کیونکہ بہت سے معاملات بڑھتی ہوئی غربت سے جڑے ہوئے ہیں۔ معاشی محرومیوں کے سماجی نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں، مبینہ طور پر بہت سے لوگ اپنے بچوں کو اسکولوں کے بجائے مدارس میں بھیجنے پر مجبور ہیں، جہاں بنیاد پرستی کی توقع کی جا سکتی ہے جو معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ صورتحال شہری گنجائش کے سکڑنے سے مزید پیچیدہ ہوگئی ہے، جس میں تعلیمی آزادی پر پابندیاں، بنوں میں ایک پروفیسر کی ایذا رسانی اور چولستان میں پرامن اجتماع کی آزادی پر پابندیاں شامل ہیں۔

ایچ آر سی پی کو خاص طور پر کمزور گروہوں کے خلاف حقوق کی خلاف ورزیوں کے علاوہ احمدیوں، مسیحوں اور ہندو برادریوں پر مسلسل ظلم وستم اور بچوں اور خواتین کے خلاف تشدد، بشمول غیرت کے نام پر قتل پر سخت تشویش ہے۔ نیز، گھریلو ملازمین کے بچے، جو بدسلوکی اور جنسی تشدد سے انتہائی غیر محفوظ ہیں، انہیں خصوصی تحفظ کی ضرورت ہے۔ کوہستان میں حالیہ جرگے کی خواتین پر این جی اوز میں کام کرنے پر پابندی کی بھی شدید مذمت کی جانی چاہیے۔ ایچ آر سی پی افغان شہریوں کو ملک بدر کرنے کی جاری مہم کی مخالفت کرتا ہے، خاص طور پر ان لوگوں کو جن کے پاس قانونی دستاویزات موجود ہیں۔ حکومت کو لوگوں، خاص طور پر ماہی گیروں، کان کنوں اور صفائی کے کارکنوں کے منصفانہ اجرت اور کام کے محفوظ حالات کے حق کا بھی تحفظ کرنا چاہیے۔

ایچ آر سی پی کو گلگت بلتستان میں نجی افراد کو اجتماعی ملکیت کی حامل زمین کی مسلسل الاٹمنٹ اور علاقے میں لوگوں کے صحت اور معاش کے حق پر ماحولیاتی انحطاط کے اثرات پر بھی تشویش ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 12 نومبر 2023]

غزہ میں جاری بربریت باعثِ تشویش ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی گوورننگ کونسل نے اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر، غزہ میں جاری بلا روک ٹوک بربریت پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ غزہ میں عام آبادی کو ملیامیٹ کرنے کا اسرائیلی عزم وہ بھی بغیر کسی ندامت اور محاسبے کے، کسی طور قابلِ قبول نہیں۔ اسرائیل نے 4,000 بچوں کو ہلاک کر دیا ہے، اسپتالوں اور پناہ گزین خیموں پر ارادتاً حملے کیے ہیں، اور غزہ کا محاصرہ کر رکھا ہے جس سے وہاں خوراک، صاف پانی اور طبی امداد کی فراہمی عملی لحاظ سے ناممکن ہو چکی ہے۔ یہ تمام کارروائیاں ظاہر کرتی ہیں کہ اسرائیل کا نسل کشی کا ارادہ ہے۔

اگرچہ حماس نے لوگوں کو یرغمال بنا کر عالمی قانون کی خلاف ورزی کی ہے مگر اِس سے عالمی برادری کو جوابی کارروائی کے من گھڑٹ دعوے کے فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ مغرب کے اخلاقی دیوالیہ پن، فلسطینی نصب العین کی حمایت کا دعویٰ کرنے والے مسلم ممالک کی کاہلی اور اپنی عملداری کو یقینی بنانے میں اقوامِ متحدہ کی ناکامی سے آنے والے مہینوں میں عالمی منظرنامے پر تشویش ناک اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کی کونسل نے فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا ہے اور عالمی برادری سے اپیل کی ہے کہ وہ اِس المیے کو مدِنظر رکھتے ہوئے پائیدار امن کا ایسا منصوبہ تیار کرکے اُس پر عملدرآمد یقینی بنائے جس سے عام شہریوں اور اُن کے حقوق کو عسکری نقطہ نظر پر فوقیت حاصل ہو۔ ایچ آر سی پی خطے میں انسانی حقوق کے سینکڑوں دفاع کاروں کے ساتھ بھی کھڑا ہے جو سنگین خطرات کے باوجود صورتِ حال پر نظر رکھنے اور اسے رَقم کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 11 نومبر 2023]

ایچ آر سی پی نے نئی کونسل کا انتخاب کیا ہے

ایچ آر سی پی نے تین برس کی مدت (2023 سے 2026 تک) کے لیے اکتیس رُکنی کونسل منتخب کی ہے۔ انسانی حقوق کے نامور کارکن اسد اقبال بٹ چیئر پرسن منتخب ہوئے ہیں۔ سینیئر صحافی اور اینکر منیزے جہانگیر وائس چیئر، اور ممتاز صحافی اور ٹریڈ یونین رہنماء حسین نقی خزانچی منتخب ہوئے ہیں۔ کونسل نے پانچ وائس چیئرز کا انتخاب بھی کیا ہے: بلوچستان کے لیے کاشف پانیزئی، خیبر پختونخوا کے لیے اکبر خان، سندھ کے لیے قاضی خضر حبیب، پنجاب کے لیے راجہ اشرف جبکہ اسلام آباد کے لیے نسرین اظہر کو وائس چیئر منتخب کیا گیا ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 13 نومبر 2023]

صاف ہوا ایک بنیادی انسانی حق ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) صحت مند ماحول کے حق پر پختہ یقین رکھتا ہے جس میں صاف ہوا زندگی کے حق کے لازمی حصے کے طور پر شامل ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 کے تحت بنیادی حق کے طور پر اس کی ضمانت دی گئی ہے۔ 12 نومبر 2023 اتوار کو دراب پٹیل آڈیٹوریم لاہور میں ایچ آرسی پی کے 37ویں سالانہ عمومی اجلاس کے دوران صاف ہوا کے حق پر ایک عوامی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔

سیمینار کا مقصد سول سوسائٹی میں لاہور اور پنجاب کے دیگر حصوں میں ہوا کے گرتے معیار کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا تھا، اور اس بات پر تبادلہ خیال کرنا تھا کہ یہ شہریوں کے صاف ہوا کے بنیادی حق کو کس طرح متاثر کرتا ہے، خاص طور پر وہ شہری جو کمزور گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ خواتین، بچے، کھلے ماحول میں کام کرنے والے مزدور اور دیگر لوگ جو ماحولیاتی آلودگی سے شدید متاثر ہوتے ہیں۔

سیمینار میں وکلاء، صحافیوں، طلباء، انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کے نمائندوں سمیت زندگی کے مختلف طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ تقریب کے مقررین میں ڈاکٹر عالیہ حیدر، بیرسٹر انیسہ آغا، ماہر تعلیم فہد ملک، ماہر ماحولیات احمد رافع عالم ایڈووکیٹ اور شاعرہ یسرا امجد، اور صحافی فاطمہ رزاق شامل تھیں۔

محترمہ امجد نے اپنی نظم صاف ہوا کے لیے جدوجہد (Striving for Clean Air) پڑھ کر سیشن کا آغاز کیا، اور اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ ہوا دنیا کا ایک مشترکہ سرمایہ ہے جس کے لیے اجتماعی ذمہ داری کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر حیدر جو کہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں، نے کہا کہ صاف ہوا کے حق کو صحت کے حق کے وسیع تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سموگ اور آلودگی کی دیگر شکلوں نے لوگوں کی صحت کو خاصا نقصان پہنچایا ہے، یہاں تک کہ انہیں دل اور سانس کی بیماریوں میں مبتلا کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بچوں کو بڑوں کے مقابلے فضائی آلودگی کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے بچوں کی ناقص نشوونما اور دیگر بیماریوں کا حوالہ دیتے ہوئے سموگ کو ان بیماریوں کی اہم وجہ قرار دیا۔

اس کے بعد محترمہ آغا نے عدالت عالیہ، لاہور میں آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت مفادِ عامہ کی پٹیشن دائر کرنے کا اپنا تجربہ بیان کیا جو کہ ریاست کی جانب سے پیرس معاہدے کے تحت کیے گئے وعدوں کے مطابق تخفیفی اقدامات کے فقدان سے متعلق تھی۔ انہوں نے قابل تجدید توانائی کے وسائل میں ریاست کی سرمایہ کاری کی کمی پر سوال اٹھایا حالانکہ رپورٹس کے مطابق، تیل اور گیس کے پاور پلانٹس کے مقابلے میں قابلِ تجدید بجلی کی پیداوار پر کم لاگت آتی ہے۔ اپنی ذاتی آراء کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ماحولیاتی اہمیت کے معاملات پر مختلف وزارتوں اور سرکاری محکموں کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان بھی دیکھا ہے۔

محترم ملک نے انفراسٹرکچر کی غیر پائیدار ترقی کو ترجیح دینے کی ریاستی پالیسی پر افسوس کا اظہار کیا۔ ان کے مطابق ریاست کو پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کے بجائے پبلک ٹرانسپورٹ کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ مزید برآں، فضائی آلودگی کے اصل ذرائع کا زیادہ سائنسی انداز میں تعین کرنے کے لیے اُن تمام ذرائع کا الگ الگ تحقیقی مطالعہ چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کے مطالعے کی عدم موجودگی میں جامع اور موثر ماحولیاتی پالیسی کا وجود میں آنا بہت مشکل ہے۔ مزید برآں، انہوں نے کہا کہ یہ عدالتوں کا اختیار نہیں ہے کہ وہ ماحولیاتی استحکام پر انتظامیہ کو حکم دیں۔ یہ ذمہ داری مکمل طور پر انتظامیہ پر عائد ہے۔

آخر میں، محترم عالم نے اس بات پر زور دیا کہ سموگ ایک علاقائی مسئلہ ہے جو صرف لاہور تک محدود نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ ہم اس وقت ہوا کا جو گرتا معیار دیکھ رہے ہیں وہ تکنیکی طور پر سموگ نہیں ہے، جو کہ فضائی آلودگی کی ایک قسم ہے جو ہوا میں درجہ حرارت اور نمی کے ایک خاص امتزاج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بجائے یہ فضائی آلودگی سال بھر گاڑیوں، فیکٹریوں، فصلیں جلنے، اور ترقیاتی منصوبوں سے نکلنے والی گیسوں کے بے قابو اخراج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ حالیہ دنوں میں ہوا کا خراب معیار چھ ماہ قبل جون جولائی میں بھی تھا، لیکن موسم گرما میں مون سون بارشوں نے اسے کم کر دیا تھا۔ بدقسمتی سے، معاشرے کے صرف کمزور طبقات، جیسے کہ غریب کسان اور ہل چلانے والے، فصلوں کو جلاتے وقت ان کے اخراج کا جرمانہ ادا کرتے ہیں، جب کہ شہری اشرافیہ کا شہروں کے اندر بڑی مقدار میں گاڑیوں اور صنعتی اخراج پر احتساب نہیں کیا جاتا۔ بیجنگ اور سٹاک ہوم جیسے دنیا کے بہت سے شہر ایسے ہی مسائل سے دوچار ہوئے اور انہیں مضبوط عوامی منشاء اور شہری شعور کے ذریعے حل کیا گیا ہے۔ الزام دوسروں پر تھوپنے کے بجائے ریاست کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ سموگ پر قابو پانا بڑی حد تک اس کے اپنے کنٹرول میں ہے۔ مزید برآں، پاکستان کی سول سوسائٹی کو ایک سیاسی مسئلہ کے طور پر ماحولیاتی حقوق کی وکالت کرنی چاہیے، اور مطالبہ کرنا چاہیے کہ ماحولیاتی حقوق کو انتخابی مہم کا حصہ بنایا جائے اور سیاسی جماعتوں کو جوابدہ ٹھہرایا جائے۔

سیمینار کا اختتام سوال و جواب کے سیشن کے ساتھ ہوا جس دوران لوگوں نے اس موضوع پر اپنے خیالات اور تجاویز کا اظہار کیا۔

(رپورٹ مرتب کردہ: فرخ سلیمان، حلیمہ اظہر)

صحافیوں اور میڈیا ورکرز کے تحفظ کا قانون: آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟

شیما صدیقی

3 سال قبل کراچی میں جیو ٹی وی سے وابستہ ایک سینیئر صحافی کو اغوا کرلیا گیا۔ صحافی کا نام علی عمران سید تھا۔ وہ دفتر سے گھر کے لیے نکلے اور گھر کے قریب ہی تھے کہ انہیں اغوا کرلیا گیا اور اغوا کاروں نے انہیں 22 گھنٹے اپنی تحویل میں رکھا، پھر انہیں ان کی والدہ کے گھر پہنچا دیا گیا۔

انہیں اپنے اغوا کا واقعہ اچھی طرح یاد ہے۔ علی عمران سید نے ہمیں فون پر بتایا کہ 23 اکتوبر 2020ء جمعے کی شام تھی، گھر کے قریب ایک بیکری سے انہیں کسی طاقتور ادارے کے اہلکاروں نے اغوا کرلیا۔ بنیادی مسئلہ ایک ویڈیو کا تھا۔ اغوا کار انہیں زدوکوب کرتے ہوئے ان کے کام کے حوالے سے سوالات کرتے رہے۔ علی ایک 'ایکسکلوسیو فوٹیج' حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے جس میں واضح طور پر ایسے شواہد موجود تھے جو کچھ اداروں کے لیے بہت شرمندگی کا باعث تھے۔

علی سمجھتے ہیں کہ یہی وجہ تھی کہ انہیں اغوا کرکے دباؤ میں لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ سوشل میڈیا کا زمانہ تھا اس لیے ہر طرف سے آواز اٹھائی گئی، جس کی وجہ سے اغوا کار دباؤ میں آئے اور 22 گھنٹے کے اندر ان لوگوں کو مجھے رہا کرنا پڑا۔ اس میں انٹرنیشنل میڈیا اور ملکی و غیر ملکی صحافی تنظیمیں اور انسانی حقوق کی تنظیمیں شامل تھیں۔ ہر طرف سے آوازیں اٹھیں اور ایک شور مچ گیا تھا۔

صحافیوں اور میڈیا ورکرز کے تحفظ کا بل کیا کہتا ہے؟

2021ء میں سابق وفاقی وزیر شیریں مزاری نے ماہرین قانون اور دیگر صحافی تنظیموں کی مشاورت سے جرنلسٹ اینڈ میڈیا پروٹیکشن بل پاس کروایا۔ مئی 2021ء میں سندھ کی صوبائی اسمبلی میں اسی طرح کے ایک بل کو پیش کیا گیا اور 4 اگست 2021ء میں اسے قانونی شکل دے دی گئی جبکہ اس قومی بل کو دسمبر 2021ء میں صدر پاکستان ڈاکٹر عارف علوی نے دستخط کرکے باقاعدہ قانون کا حصہ بنایا۔ قومی اور صوبائی دونوں قوانین کی رو سے صحافی اپنی معلومات کے ذرائع ظاہر کرنے کا پابند نہیں۔ قانون یہ بھی کہتا ہے کہ آرٹیکل 19 کے تحت صحافیوں کی جان و مال کا تحفظ، ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جہاں ہر پاکستانی کو آزادی اظہار کا حق حاصل ہے وہیں صحافی کی زندگی اس کے کام کی وجہ سے متاثر نہیں ہونی چاہیے۔ قانون کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ کوئی دوسرا قانون صحافیوں کو ان کے کام سے نہیں روک سکتا۔ اس قانون کی رو سے شکایات دور کرنے کے لیے باقاعدہ ایک کمیشن قائم کیا جائے گا۔ کمیشن کے سربراہ ریٹائرڈ جج ہوں گے جن کا استحقاق سول کورٹ کی سطح کا ہوگا۔ کمیشن میں چاروں صوبائی اور فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کے نمائندوں کے ساتھ ساتھ چاروں صوبوں کے پریس کلب کو بھی نمائندگی دی گئی ہے، اس کے علاوہ وزارتِ اطلاعات اور انسانی حقوق کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔ کمیشن کی بنیادی ذمہ داری ہوگی کہ وہ صحافی اور میڈیا ورکرز کے خلاف ہونے والے اغوا، تشدد، دھمکیوں یا ہراساں کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی کرے۔ صحافی اور میڈیا ورکرز 14 دنوں کے اندر اندر اپنی شکایات کمیشن کے سامنے لے جاسکتے ہیں اور کمیشن 14 دنوں میں اس کا فیصلہ سنائے گا۔ کمیشن کی تحقیقات کے دوران کوئی بھی شخص، کسی بھی ادارے سے کوئی بھی مطلوبہ دستاویزات طلب کرسکتا ہے۔ قانون کی رو سے ہر صحافی کا میڈیا ہاؤس پابند ہوگا کہ وہ اس کی نوکری سے پہلے اسے اس قانون سے متعلق مکمل آگاہی فراہم کرے یعنی اسے ٹریننگ دی جائے۔

پاکستان میں پہلی بار سندھ میں صحافیوں اور میڈیا ورکرز کے لیے تحفظ کے تحت کمیشن تشکیل دیا گیا

پہلا صوبائی جرنلسٹ سیفٹی قانون 2021ء اور کمیشن کا قیام

علی عمران سید کے اغوا کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حکومت پاکستان نے صحافیوں کے تحفظ کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کی تھی۔ ان کے اغوا کے 7 ماہ بعد حکومتِ پاکستان ایک ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگئی جس میں صحافیوں کو ان کے کام کی وجہ سے تشدد، اغوا، ہراسانی اور زدوکوب کرنے کی روک تھام کے لیے باقاعدہ کمیشن بنانے کی سفارش کی گئی تھی تاکہ صحافی حکومتی یا کسی بھی طاقتور طبقے کے دباؤ میں آئے بغیر خبر پہنچانے کا اپنا کام پوری ذمہ داری سے کرسکیں۔

قومی اور صوبائی سطح پر قانون بنانا تو شاید آسان کام تھا لیکن اس پر عمل درآمد مشکل تھا کیونکہ قومی سطح پر کمیشن آج تک قانون نہیں بن سکا جبکہ سندھ میں بھی قانون پاس ہونے کے 15 ماہ بعد نومبر 2022ء میں 14 رکنی کمیشن کے نام شائع کیے گئے جبکہ کمیشن نے فروری 2023ء سے کام شروع کیا۔

سندھ کے 14 رکنی کمیشن میں ریٹائرڈ جج رشید اے رضوی بطور صدر، انفارمیشن سیکریٹری، سیکریٹری داخلہ، قانون اور انسانی حقوق کی وزارتوں کے سیکریٹری شامل ہیں جبکہ باقی 9 ارکان صحافی اور صحافی تنظیموں کی نمائندگی کرنے کے لیے ہیں۔ ان میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کے سیکریٹری فہیم صدیقی، اے پی این ایس کے قاضی اسد عابد، کونسل آف نیوز پیپر ایڈیٹرز کے ڈاکٹر جبار خٹک، پاکستان براڈکاسٹرز ایسوسی ایشن کے اطہر قاضی، انسانی حقوق کمیشن کے ڈاکٹر توصیف جبکہ خواتین کی نمائندگی کے لیے ممبران صوبائی اسمبلی شازیہ عمر اور سیدہ ماروی فصیح شامل ہیں، آل پاکستان نیوز پیپر ایمپلائز کنفیڈریشن کے غلام فرید الدین بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کمیشن میں سندھ بار کونسل کی نمائندگی بھی موجود ہے۔

سندھ صحافی تحفظ کمیشن کی کارکردگی

کونسل آف نیوز پیپر ایڈیٹرز اور فریڈم نیٹ ورک سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر اقبال خٹک کمیشن کی فعالیت پر کہنا ہے کہ کمیشن کو اب تک 10 درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ اغوا

ہونے والے دوصحافی واپس آچکے ہیں۔10 ماہ میں ابھی تک کی کارکردگی واضح ہے۔ کچھ کیسز پر کام ہو چکا ہے جبکہ کچھ پر کام چل رہا ہے۔ اندرون سندھ قتل ہونے والے صحافیوں کے لیے اعلیٰ پولیس اہلکاروں سے بات کی گئی ہے۔ جے آئی ٹی بن چکی ہے اوراس پر کام چل رہا ہے۔امید ہے کہ قاتلوں کو پکڑ لیا جائے گا‘۔

لیکن ڈاکٹر اقبال نے زور دیا کہ ’کمیشن کے پاس کوئی دفتر نہیں، نہ کوئی کرسی میز اور نہ ہی انٹرنیٹ جیسی بنیادی سہولیات موجود ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ کمیشن نے کام شروع کردیا ہے۔ فی الحال یہ نہیں کہنا چاہیے کہ کمیشن اچھا یا برا کام کررہا ہے کیونکہ ابھی شروعات ہے۔ ہاں کمیشن کے لاجسٹک مسائل دور ہونے چاہئیں‘۔اقبال صاحب نے کمیشن کے صدر رشید اے رضوی کے حوالے سے کہا کہ ’انہیں شکایت ہے کہ سیکریٹری داخلہ اجلاس میں نہیں آتے اور نہ ہی کسی خاتون نے اجلاس میں شرکت کی جس کی شکایت نگران وزیراعلیٰ سے بھی کی گئی ہے‘۔

فہیم صدیقی اس کمیشن میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کی نمائندگی کررہے ہیں۔کمیشن کے قیام سے متعلق ان کا کہنا ہے کہ ’اس میں عامل صحافیوں اور میڈیا ورکرز کی نمائندہ تنظیمیں دو ہی ہیں، ایک کراچی یونین آف جرنلسٹس اور دوسری آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن (ایپنک)، باقی جن تنظیموں کے نمائندے اس کمیشن کا حصہ ہیں ان میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا مالکان کی دو تنظیمیں پی بی اے اور اے پی این ایس ہیں اور نیوز ایڈیٹرز کی تنظیم سی پی این ای ہے جبکہ کمیشن میں ایچ آر سی پی اور بار کونسل کو بھی نمائندگی دی گئی تھی‘۔

فہیم مانتے ہیں کہ ’یقیناً ہمیں اس وقت بہت سے مسائل کا سامنا ہے لیکن ایک بات میں آپ سب کو بتانا چاہوں گا کہ جس وقت ہم اس بل پر کام کر رہے تھے تو اس بات کا اندازہ تھا کہ اس بل کے ایک ایکٹ بننے اور کمیشن وجود میں آنے کے باوجود ہمارے لیے کام کرنا آسان نہیں ہوگا اور یہی سوچ کر ہم نے بل میں کچھ ایسی شقیں شامل کیں جن سے ہمیں کام کرنے میں نہ صرف آزادی حاصل ہو بلکہ ہم کسی بھی وقت بخود کو بے اختیار محسوس نہ کریں۔ آپ اگر ایکٹ کا بغور مطالعہ کریں تو اس میں یہ بات موجود ہے کہ کمیشن کے ارکان میں داخلہ، اطلاعات، قانون اور انسانی حقوق کے صوبائی سیکریٹریز بھی شامل ہیں اور ایک جگہ ایکٹ ہمیں یہ اختیار دیتا ہے کہ ہم کسی بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے کو متعلقہ ریکارڈ کے ساتھ طلب کرسکتے ہیں۔

’کمیشن کے قیام کے بعد بعض مواقع ایسے آئے ہیں کہ ہمیں یہ لگا کہ ادارے، خاص طور پر سندھ پولیس ہمارے

پاکستان میں پہلی بار صوبہ سندھ میں صحافیوں کے تحفظ کے لیے قانون اور کمیشن تشکیل دیا گیا

ساتھ تعاون نہیں کر رہی اور سیکریٹری داخلہ کمیشن کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے۔ اس پر ہم نے نگران وزیراعلیٰ سندھ جسٹس ریٹائرڈ مقبول باقر سے ملاقات کی اور انہیں کمیشن کے تحفظات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اسی وقت سیکریٹری داخلہ کو وزیراعلیٰ ہاؤس طلب کیا اور انہیں پابند کیا کہ وہ کمیشن سے مکمل تعاون کریں۔ کمیشن نے وزیراعلیٰ سندھ کو بتایا کہ کمیشن اپنے قیام سے لے کر اب تک سندھ بھر میں صحافیوں کے قتل، اغوا اور انہیں ہراساں کرنے پر محکمہ داخلہ سے رپورٹس طلب کر چکا ہے جو فراہم نہیں کی جارہیں تاہم اس میٹنگ کے بعد ہمیں رپورٹس موصول ہونا شروع ہوگئی ہیں۔ ان میں سکھر میں صحافی جان محمد مہر کے قتل کیس کی رپورٹ بھی شامل ہے‘۔

فہیم صدیقی نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ’ہم کام کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں بیوروکریسی کے رویے اور ان کی مشکلات دونوں کا اندازہ ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم کمیشن کے قیام کے مثبت اثرات اپنی صحافی برادری تک پہنچائیں اور انشااللہ مجھے یقین ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے‘۔

کمیشن کی مشاورت میں شامل اور سابق صدر کراچی پریس کلب فاضل جمیلی کہتے ہیں کہ ’سندھ پروٹیکشن کمیشن کا قیام صحافیوں کے تحفظ کے حوالے سے خوش آئند پیش رفت ہے تاہم ابھی تک یہ کمیشن اس طرح فعال نہیں ہو پایا جس طرح توقع کی جارہی تھی۔ اس کمیشن کے بعد بھی سندھ میں ایک صحافی کا قتل ہوا اور کمیشن کے ایکشن لینے کے باوجود قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے جو کہ یقینی طور پر ایک مایوس کن صورتحال ہے۔ کمیشن نے بعض صحافیوں کو لاپتا کرنے کا نوٹس لیا اور وہ صحافی باحفاظت اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ اس حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اقدام تسلی بخش ہیں۔

کمیشن میں انسانی حقوق کمیشن کے نمائندے پروفیسر توصیف احمد کہتے ہیں کہ ’ہمارا سیکریٹریٹ بن رہا ہے لیکن سندھ کمیشن نے اپنے کام شروع کردیے ہیں۔ پولیس اور دیگر سیکیورٹی اداروں سے ہمارا رابطہ ہے۔ آخری اجلاس میں بھی ہم نے طے کیا ہے کہ ریاستی اداروں کی طرف سے صحافیوں پر ہونے والے ظلم کو ختم کرنا اس کمیشن کا کام ہے۔ اسلام آباد میں ابھی کمیشن نہیں بنا دیگر صوبوں کی بھی صورتحال کمیشن نہ بننے کی وجہ سے اچھی نہیں‘۔

مظہر عباس، اویس اسلم علی، طاہر اے خان، جبار خٹک اور فاضل جمیلی قانون سازی کی مشاورت میں شامل رہے ہیں۔ انہوں نے بھی اس بات کو بھی قبول کیا کہ اس وقت بھی کوئی خاتون باقاعدہ مشاورت میں شامل نہیں تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پچھلی حکومت کے خاتمے پر صحافی دباؤ میں آگئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ 10 مئی 2023ء کے بعد کراچی میں تو نہیں لیکن لاہور کے صحافیوں کو زدوکوب اور گرفتار کیا گیا کیونکہ وہاں کوئی قانون سازی نہیں ہوئی اور نا ہی کوئی کمیشن بن سکا ہے۔ اب چونکہ ملک میں نگران حکومت ہے اس لیے جب صحافیوں کا ایک وفد پنجاب کے نگران وزیراعلیٰ سے ملا تو انہوں نے بس ایک کمیٹی بنادی۔

توصیف احمد کے خیال میں وفد کو کمیشن کی بات کرنی چاہیے تھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کمیشن کو جیو، جنگ اور دنیا میڈیا گروپ کے صحافیوں کے معاملے پر بھی بات کرنی چاہیے تھی لیکن جب تک صحافی خود سامنے آکر بات نہیں کریں گے کمیشن بھی کچھ نہیں کرپائے گا۔

کمیشن اور اعتراضات

فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کی نائب صدر اور سینیئر صحافی شہر بانو کہتی ہیں کہ ’جب یہ قانون بنایا جارہا تھا تو ہم سے براہِ راست تو نہیں لیکن کچھ صحافی تنظیموں نے مشاورت کے لیے ہم سے رابطہ کیا تھا۔ ہم نے سندھ اسمبلی سے اس قانون کو منظور کروانے کے لیے لابنگ بھی کی لیکن کافی عرصے تک کمیشن بنا ہی نہیں۔ آگے چل کر دو خواتین اراکینِ صوبائی اسمبلی کو کمیشن کا حصہ بنایا گیا جنہیں ہم جانتے بھی نہیں۔ وہ خواتین اس کمیشن کے اجلاس کا حصہ نہیں بنیں۔ ہم نے رشید

اے رضوی سے میٹنگ کی اور کہا کہ کوئی خاتون لازمی اس کمیشن کا حصہ بنائیں کیونکہ خواتین کا کمیشن میں ہونا ضروری ہے۔ ہراسانی کا شکار ہونے والی خاتون اپنا مسئلہ جتنے اچھے طریقے سے کسی دوسری خاتون کو بتا سکتی ہے وہ کسی مرد کو نہیں بتا سکتی۔

شہر بانو کو یاد ہے کہ پی ایف یو جے نے شرجیل میمن کے سامنے بھی یہ بات رکھی۔ پھر کراچی پریس کلب نے بھی اسے آگے بڑھایا اور سندھ اور پاکستان انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کو خط لکھا جس میں دو خواتین کے نام تجویز کیے گئے تھے۔ جن ایم پی ایز کے نام سامنے آئے ہیں انہوں نے کبھی رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی اجلاس میں شرکت کی۔

ان کے خیال میں کم از کم اگلے اجلاس میں ضرور ایک سے دو خواتین کو اس کمیشن کا باقاعدہ رکن ہونا چاہیے۔ بہت عرصے بعد ایک اچھا بل سامنے آیا ہے، اگرچہ لوگوں نے کچھ تحفظات کا اظہار کیا ہے لیکن یہاں ایک بار پھر خاتون صحافی کی نمائندگی روک گئی ہے۔ 'میں ابھی بھی یہی کہوں گی یہ پہلا قدم ہے۔ امید ہے کہ آگے چل کر اس میں مزید بہتری آئے گی۔ ابتدا میں اس بل کی شقوں میں خواتین کے مسائل پر بات نہیں کی گئی تھی جس پر ہم نے باقاعدہ مشورے کے بعد اپنی تجاویز شعبہِ اطلاعات کو بھیجیں اور یہ اب اس قانون کا حصہ ہیں۔ وفاقی اور صوبائی حکومت نے ہم سے تجاویز طلب کی تھیں لیکن قانون کا اصل مقصد صحافیوں کی شکایت سن کر انہیں دور کرنا تھا'۔

فاضل جمیلی سمجھتے ہیں کہ 'جہاں تک کمیشن میں کسی خاتون کی عدم موجودگی کا سوال ہے تو اس پر اعتراض اٹھایا گیا ہے لیکن اگر حکومت اور محکمہ اطلاعات کی طرف سے نام دیا جاتا تو اچھی بات تھی۔ کمیشن میں صحافی تو ہیں لیکن خاتون نہیں۔ خاتون کا نہ ہونا کمیشن کی خامی نہیں صحافتی تنظیموں کی نااہلی ہے کہ انہوں نے کسی خاتون کو نامزد نہیں کیا'۔

صحافی اور سکھر پریس کلب کی خازن سحرش کھوکھر کہتی ہیں کہ 'حکومتِ سندھ کی جانب سے قانون سازی کے باوجود سندھ میں صحافیوں کے قتل کی روک تھام نہیں ہو سکی ہے جبکہ ان وارداتوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ جن میں سکھر سے تعلق رکھنے والے سینیئر صحافی جان محمد مہر کا لرزہ خیز قتل اور خیر پور سے تعلق رکھنے والے صحافی اصغر کھنڈ کے بہیمانہ قتل کی مثالیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ گزشتہ 3 برسوں میں سکھر ریجن میں تقریباً 10 صحافیوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا'۔

کمیشن متحرک ہونے کے باوجود حال ہی میں دو صحافی اصغر کھنڈ اور جان محمد مہر کے قاتلوں کی گرفتاری میں کمیشن اپنا کوئی مثبت کردار ادا نہیں کر سکا جس کے باعث صحافیوں میں شدید غم وغصہ اور تشویش پائی جاتی ہے۔ سکھر میں 15 اگست سے شروع کیا جانے والا احتجاج اب احتجاجی تحریک میں تبدیل ہو گیا ہے اور مقتول صحافیوں کے لیے روزانہ کی بنیاد پر سکھر سمیت سندھ بھر میں صحافی احتجاج کرتے ہیں مگر اس صورتحال اور ان بڑے واقعات کے باوجود کمیشن غیر فعال نظر آتا ہے۔

روزگار کا تحفظ اور تنخواہوں کی بروقت ادائیگی

فاضل جمیلی نے ایک نقطہ یہ اٹھایا کہ 'کمیشن کے دائرہ اختیار میں صحافیوں کے روزگار کا تحفظ اور انہیں تنخواہوں کی بروقت ادائیگی بھی شامل ہے۔ بدقسمتی سے کمیشن اس حوالے سے بھی اپنا کردار ادا کرنے میں اب تک ناکام رہا ہے۔ کمیشن کے قیام کے بعد بہت سے میڈیا ہاؤسز سے لاتعداد صحافیوں کو ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا اور بیشتر اداروں میں کئی کئی ماہ سے تنخواہیں ادا نہیں کی جا رہی ہیں۔ ایسے میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر یہ کمیشن صحافیوں اور میڈیا ورکرز کے معاشی قتل عام کو نہیں روک سکتا تو کیا اس کے قیام کے جو مقاصد تھے وہ پورے ہوتے دکھائی دیتے ہیں؟'

ٹریننگ اور آگاہی ضروری

صحافیوں کے تحفظ کے قانون میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ صحافی کے میڈیا ہاؤسز کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے صحافی کو ایک سال کے اندر اندر اس حوالے سے آگاہی فراہم کریں۔ پروفیسر توصیف کا کہنا ہے کہ 'ٹریننگ کا سلسلہ اب شروع کیا جائے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت کی جانب سے بنائے گئے اس کمیشن کو سامنے آ کر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ شاید قوانین پر عمل درآمد صحافیوں کو مزید مشکلات سے چھٹکارا دلوانے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم اور توجہ طلب بات یہ بھی ہے کہ سندھ میں صحافیوں کے تحفظ کے قانون کا مؤثر استعمال کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اندرون سندھ کے اکثر صحافی اس قانون و کمیشن کے حوالے سے آگاہی ہی نہیں رکھتے۔

صحافیوں کے تحفظ سے متعلق ایکٹ 2021ء کی دفعات کے مطابق صحافیوں کے تحفظ کے لیے سندھ کمیشن کے پاس شکایت کیسے درج کی جاتی ہیں اس متعلق میڈیا کے صحافیوں کو معلومات ہی نہیں ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ صحافیوں کو آگاہی دینے کے لیے سرکاری سطح پر آگاہی سیشن ترتیب دینا بہت ضروری ہے۔

فہیم صدیقی نے ان اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے کہا کہ 'اب یہ اتفاق ہے کہ ان تنظیموں نے کمیشن کے لیے جن افراد کو نامزد کیا، اس میں کوئی خاتون شامل نہیں لیکن اچھی بات یہ ہے کہ سندھ اسمبلی کی دو خواتین ارکان اس کمیشن کی رکن رہی ہیں۔ وہ شاید سمجھتی ہیں کہ وہ صرف اسمبلی کی مدت تک کمیشن کی رکن تھیں لیکن ہمارے چیئرمین جسٹس ریٹائرڈ

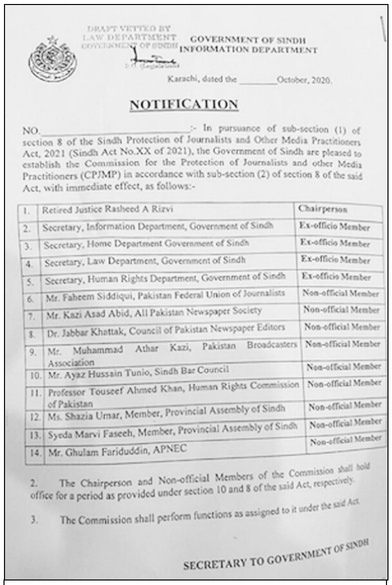

DRAFT VETTED BY LAW DEPARTMENT GOVERNMENT OF SINDH

GOVERNMENT OF SINDH
INFORMATION DEPARTMENT

Karachi, dated the ________ October, 2020.

NOTIFICATION

NO.________________:- In pursuance of sub-section (1) of section 8 of the Sindh Protection of Journalists and Other Media Practitioners Act, 2021 (Sindh Act No.XX of 2021), the Government of Sindh are pleased to establish the Commission for the Protection of Journalists and other Media Practitioners (CPJMP) in accordance with sub-section (2) of section 8 of the said Act, with immediate effect, as follows:-

1.	Retired Justice Rasheed A Rizvi	Chairperson
2.	Secretary, Information Department, Government of Sindh	Ex-officio Member
3.	Secretary, Home Department Government of Sindh	Ex-officio Member
4.	Secretary, Law Department, Government of Sindh	Ex-officio Member
5.	Secretary, Human Rights Department, Government of Sindh	Ex-officio Member
6.	Mr. Faheem Siddiqui, Pakistan Federal Union of Journalists	Non-official Member
7.	Mr. Kazi Asad Abid, All Pakistan Newspaper Society	Non-official Member
8.	Dr. Jabbar Khattak, Council of Pakistan Newspaper Editors	Non-official Member
9.	Mr. Muhammad Athar Kazi, Pakistan Broadcasters Association	Non-official Member
10.	Mr. Ayaz Hussain Tunio, Sindh Bar Council	Non-official Member
11.	Professor Touseef Ahmed Khan, Human Rights Commission of Pakistan	Non-official Member
12.	Ms. Shazia Umar, Member, Provincial Assembly of Sindh	Non-official Member
13.	Syeda Marvi Faseeh, Member, Provincial Assembly of Sindh	Non-official Member
14.	Mr. Ghulam Fariduddin, APNEC	Non-official Member

2. The Chairperson and Non-official Members of the Commission shall hold office for a period as provided under section 10 and 8 of the said Act, respectively.

3. The Commission shall perform functions as assigned to it under the said Act.

SECRETARY TO GOVERNMENT OF SINDH

کمیشن میں شامل اراکین کی فہرست

رشید اے رضوی صاحب کے مطابق آئندہ اسمبلی تک وہ کمیشن کی رکن رہیں گی تو میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن میں کسی خاتون کے نہ ہونے کی بات درست نہیں ہے ہاں کسی صحافتی تنظیم کی جانب سے خاتون کو بطور رکن نامزد نہ کرنے پر سوال ان تنظیموں سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

'ہم جب سندھ جرنلسٹس اینڈ ادرز میڈیا پریکٹیشنرز پروٹیکشن بل پر کام کر رہے تھے تو اس وقت بھی ہمارے مدِ نظر یہی تھا کہ کسی طرح صحافیوں اور دیگر میڈیا ورکرز کے تحفظ کا کوئی قانون بن جائے اور جب ایسا کوئی قانون بن جائے گا تو وہ صرف مرد صحافیوں یا میڈیا ورکرز کے لیے نہیں ہوگا، وہ خواتین صحافیوں اور خواتین میڈیا ورکرز کے لیے بھی ہوگا اور میرے نزدیک جب کوئی بھی شخص چاہے وہ مرد ہو یا عورت، صحافت کو بطور پیشہ منتخب کرتا ہے تو وہ صحافی کہلاتا ہے۔ ہم نے اس میں کبھی مرد عورت کی کوئی تمیز نہیں دیکھی اور نہ ہی کبھی لفظ 'صحافن' سنا'۔

فہیم صدیقی نے مزید کہا کہ 'ہماری کوشش اُس وقت بھی یہی تھی اور آج بھی یہی ہے کہ ایکٹ میں لفظ جرنلسٹ اور میڈیا پریکٹیشنرز کی جو تعریف ہم نے طے کی ہے اس پر پوری طرح سے عمل ہو اور میڈیا انڈسٹری چاہے وہ پرنٹ، الیکٹرانک ہو یا ڈیجیٹل، اس کا ہر فرد اس ایکٹ کے فریم میں شامل ہو'۔

حکومت پاکستان نے صحافیوں اور دیگر میڈیا ورکرز کے تحفظ کے لیے قانون بنادیا ہے اور سندھ حکومت نے پروٹیکشن آف جرنلسٹس تشکیل دے کر معاشرے کے اہم ستونوں کو قانونی تحفظ بھی فراہم کر دیا مگر بات پھر وہیں آتی ہے کہ یہ قانون اور کمیشن کتنا فعال کردار ادا کرتا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

سکرنڈ، سندھ کے قریب گاؤں ماڑی جلبانی میں ماورائے عدالت ہلاکتوں کی تحقیقات

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ (اکتوبر 2023)

تعارف

28 ستمبر کو سہ پہر تین بجے کے لگ بھگ، رینجرز اور دیگر قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے کئی نے دستوں نے سندھ کے ضلع شہید بے نظیر آباد (جو پہلے نواب شاہ کے نام سے جانا جاتا تھا) میں دریا کے قرب و جوار میں واقع گاؤں ماڑی جلبانی میں ایک سیکیورٹی آپریشن کیا۔ 25000 افراد کی آبادی پر مشتمل گاؤں کے زیادہ تر لوگ بلوچ قبیلے کی برادری جلبانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق، آپریشن کا مقصد کالعدم عسکریت پسند تنظیم سندھو دیش ریوولیوشنری آرمی (ایس آر اے) کے ارکان کو خطرناک مواد سمیت گرفتار کرنا تھا۔ تاہم، اس آپریشن کے نتیجے میں چار معصوم دیہاتیوں کے مارے جانے اور کئی کے زخمی ہونے کی اطلاعت سامنے آئیں۔ ذرائع ابلاغ کی اطلاعات میں یہ بھی ذکر ہوا کہ واقعے میں چار سیکیورٹی اہلکار بھی زخمی ہوئے تھے۔ ماڑی جلبانی کے دیہاتیوں نے آپریشن میں مارے جانے والے چار افراد کی نعشیں ساتھ لے کر قومی شاہراہ پر احتجاج کیا تو آزادانہ تحقیقات کے مطالبے سامنے آئے۔ نگران وزیر اعلیٰ سندھ نے فوری نوٹس لے کر واقعے کی تحقیقات کے لیے ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دی۔ اسی دوران، 6 اکتوبر کو عدالت عالیہ سندھ میں ایک پٹیشن دائر ہوئی جس میں میں واقعے کی تحقیقات کے لیے عدالتی کمیشن بنانے کی استدعا کی گئی۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) بھی سیکیورٹی سے متعلق پائی جانے والی خامیوں اور ماڑی جلبانی میں ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں فکرمند رہا۔ ایچ آر سی پی کو شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز کے 24 سالہ طالب علم لیاقت جلبانی کی اطلاعات بھی موصول ہوئیں جسے آپریشن کے وقت قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کی تحویل میں گاؤں لایا گیا اور اُس سے قبل اُس کا ٹھکانہ نامعلوم تھا۔

ایچ آر سی پی نے تمام متعلقہ فریقین سے ملاقات کر کے اصل حقائق کی چھان بین کے لیے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن تشکیل دیا۔ مشن ایچ آر سی پی کے شریک چیئر اسد اقبال بٹ، سندھ کے وائس چیئر قاضی خضر حبیب، کونسل اراکین سعید بلوچ اور سلیم جروار، پروگرام ایڈوائز امداد چانڈیو، نامور شاعر اور انسان حقوق کے کارکن تاج جویو، اور عملے کے اراکین غفرانہ ارائیں اور علی اوسط شامل تھے۔

ذیل میں فیکٹ فائنڈنگ مشق کا ماحصل اور مشن کی سفارشات بیان ہیں۔

ماحصل اور سفارشات

یہ تشویش ناک حقیقت مشن کے مشاہدے میں آئی ہے کہ جلد بازی اور ناقص منصوبہ بندی کے ساتھ کی گئی کارروائی کے نتیجے میں افراتفری پھیلی اور چار دیہاتی مارے گئے۔ ضلعی پولیس، رینجرز، ریاستی اہلکاروں اور گاؤں کے باشندوں کے بیانات میں تضادات پائے جاتے ہیں۔ اس کارروائی کا سبب بننے والے خطرے کی اصل نوعیت تو ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی، تاہم ریاست اور قانون کے نفاذ کے اہلکاروں کو چار شہریوں کی ہلاکت اور دیگر کئی لوگوں کو لگنے والے زخموں کی ذمہ داری قبول کرنا ہوگی۔ چونکہ اس سے پہلے گاؤں میں اس طرح کے واقعے کی کوئی مثال نہیں ملتی، گولیوں

> اطلاعات کے مطابق، آپریشن کا مقصد کالعدم عسکریت پسند تنظیم سندھو دیش ریوولیوشنری آرمی (ایس آر اے) کے ارکان کو خطرناک مواد سمیت گرفتار کرنا تھا۔ تاہم، اس آپریشن کے نتیجے میں چار معصوم دیہاتیوں کے مارے جانے اور کئی کے زخمی ہونے کی اطلاعت سامنے آئیں۔

کی بوچھاڑ کی زد میں آنے والے عام شہری ماضی میں کسی جرم میں ملوث نہیں رہے، اس لیے واقعے میں ملوث قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کا کڑا محاسبہ کیا جائے۔

مشن نے یہ بھی نشاندہی کی کہ اس واقعے نے گاؤں ماڑی جلبانی کے باشندوں پر دیرپا اثرات مرتب کیے ہیں۔ دیہاتیوں نے اپنی تکالیف کے اظہار کے لیے اپنے مقتولین کی نعشیں لے کر نیشنل ہائی وے بائی پاس بند کر دیا۔ قوم پرست جماعتوں سندھ یونائٹڈ پارٹی (ایس یو پی)، سندھ ترقی پسند پارٹی، جیے سندھ محاذ-ریاض اور جیے سندھ قومی محاذ (جے ایس کیو ایم) کے رہنماء ان کے ہمراہ تھے۔ اگرچہ جے ایس کیو ایم کے رہنماء سنان قریشی اور ایس یو پی کے زین شاہ نے مظاہرین سے اظہار ہمدردی کے لیے ان سے ملاقات کی اور مظاہرین کو اپنا احتجاج ختم کرنے پر قائل کیا گیا تاہم اس امر پر زور دینا چاہیے کہ متاثرہ خاندان اور مقامی برادری انصاف کے حصول کی مستحق ہے۔

مشن کی سفارشات

1۔ صوبائی حکومت کی انکوائری کمیٹی اس واقعے کی شفاف، جامع اور منصفانہ تحقیقات کرے۔ ماورائے عدالت قتل میں ملوث پائے جانے والے لوگوں کے خلاف مکمل قانونی کارروائی کی جائے۔ اس کے علاوہ، گاؤں کا راستہ معلوم کرنے کے لیے لیاقت جلبانی کو غیر قانونی حراست میں رکھنے والے سیکیورٹی اہلکاروں کے خلاف بھی کارروائی کی جائے۔

2۔ حکومت متاثرہ خاندانوں اور طالب علم لیاقت جلبانی کو امداد اور معاوضہ فراہم کرے۔ چونکہ ان خاندانوں نے اپنی روزی روٹی کمانے والے افراد کھو دیے ہیں جس وہ سے ان کی تکلیف اور زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ لہذا، انہیں مناسب معاوضہ ملنا چاہیے۔

3۔ سیکیورٹی آپریشن ٹھوس خفیہ معلومات کی بنیاد پر ہونے چاہییں اور اس سلسلے میں محفوظ و جائز طریقہ کار اختیار کیا جائے تا کہ عام شہریوں کی جانیں ضائع نہ ہوں۔ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو آتشیں اسلحے اور طاقت کے استعمال کی تربیت دی جائے۔ اگر ان کا استعمال ناگزیر ہو تو انہیں قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کی جانب سے طاقت اور آتشیں اسلحے پر اقوامِ متحدہ کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں استعمال کیا جائے۔ طاقت اور آتشیں اسلحے کا غیر ضروری استعمال کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

’بھائی کو گرفتار نہیں کیا بلکہ گھر سے اٹھایا گیا‘

کیچ میں سی ٹی ڈی کارروائی میں مارے جانے والے بالاچ بلوچ پر کیا الزام تھا؟

’ہمارے چھوٹے بھائی کو فورسز کے اہلکار ہمارے گھر میں موجود تمام افراد کے سامنے اٹھا کر لے گئے لیکن بعد میں ان کے خلاف جھوٹا کیس بنا دیا اور اب ان کو مار کر یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ سی ٹی ڈی کی کارروائی کے دوران اپنے ساتھیوں کی فائرنگ سے مارا گیا۔‘

یہ کہنا تھا بلوچستان کے ضلع کیچ سے تعلق رکھنے والے واحد بلوچ کا جن کے چھوٹے بھائی بالاچ بلوچ کی لاش ان چار لوگوں کی لاشوں میں شامل تھی جن کے بارے میں پولیس حکام کا کہنا ہے کہ وہ سی ٹی ڈی کی ایک کارروائی کے دوران مارے گئے تھے۔

چاروں افراد کی لاشوں کو جمعرات کی صبح ٹیچنگ ہسپتال تربت منتقل کیا گیا تھا۔

بالاچ کی لاش کو دفنانے کی بجائے ان کے لواحقین نے لاش کو رکھ کر فدا شہید چوک پر دھرنا دیا جو جمعے کے روز بھی جاری رہا۔

واحد بلوچ نے کہا کہ ان کے بھائی کا ماورائے آئین اور عدالت قتل کیا گیا، اس لیے انھوں نے لاش کو نہیں دفنایا اور وہ چاہتے ہیں کہ انصاف ہو۔

تربت سول سوسائٹی کے کنوینز گلزار دوست نے بتایا کہ مارے جانے والے تمام افراد پہلے سے جبری طور پر لاپتہ تھے اور ان کو مبینہ طور پر دوران حراست ہلاک کرنے کے بعد یہ بے بنیاد الزام عائد کیا گیا کہ تین افراد سی ٹی ڈی کی جوابی کارروائی کے نتیجے میں مارے گئے جبکہ بالاچ مارے جانے والوں کی ہی فائرنگ سے مارا گیا۔

اس واقعے کے خلاف نہ صرف تربت شہر میں دھرنا دیا جا رہا ہے بلکہ احتجاجاً شہر میں تمام تجارتی مراکز بند رہنے کے علاوہ بالاچ کی زیر حراست ہلاکت کے خلاف وکلا نے بھی کیچ میں عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کیا۔

دوسری جانب سرکاری حکام اور سی ٹی ڈی کا کہنا ہے کہ بالاچ کا تعلق مبینہ طور پر کالعدم عسکریت پسند تنظیم سے تھا اور انھیں ان کے دوسرے ساتھیوں کی نشاندہی کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ جہاں وہ مقابلے کے دوران اپنے ہی ساتھیوں کی فائرنگ سے مارے گئے۔

بالاچ بلوچ کا تعلق تربت شہر کے قریب آبسر کے علاقے سے تھا۔ یہ علاقہ تربت شہر سے گاڑی پر دس منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔

بالاچ پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی

واحد بلوچ نے بتایا کہ بالاچ بلوچ کی عمر 22 سال کے لگ بھگ تھی اور انھوں نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی تھی۔ بالاچ پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔

واحد بلوچ کا کہنا تھا کہ وہ تربت شہر میں ایک دکان میں بلوچی کشیدہ کاری کے کاروبار سے وابستہ تھے۔

’بالاچ کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ گھر سے اٹھایا گیا‘

واحد بلوچ نے بتایا کہ سی ٹی ڈی کی جانب سے یہ کہا گیا ہے کہ ان کو باہر سے گرفتار کیا گیا کہ جو درست نہیں بلکہ ان کو ہمارے گھر سے ہی فورسز کے اہلکار اٹھا کر لے گئے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ رواں سال اکتوبر کی 29 تاریخ کو فورسز کے اہلکاران کے گھر میں داخل ہوئے۔

’جس وقت یہ اہلکار آئے اس وقت رات کے تقریباً ایک بج رہے تھے۔ یہ لوگ دیوار پھلانگ کر ہمارے گھر کے اندر داخل ہوئے۔‘

واحد بلوچ نے بتایا کہ ہمارے گھر میں داخل ہونے کے بعد فورسز کے اہلکاروں نے پوچھا کہ کیا یہ رحیم کا گھر ہے تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ رحیم کا نہیں، ہمارا گھر ہے۔

’یہ پوچھنے کے بعد وہ کمروں کے اندر داخل ہوئے اور الماریوں کو توڑ کر تلاشی شروع کی۔ میں نے ان کو بتایا کہ الماریوں کو نہیں توڑو، ان کی چابیاں ہیں، وہ میں آپ لوگوں کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اس پر اہلکار غصے میں آ گئے اور مجھے سختی سے خاموش رہنے کا کہا۔‘

واحد بلوچ کے مطابق اہلکار وہاں سے میرے پاسپورٹ سمیت بعض دیگر دستاویزات اپنے ساتھ اٹھا کر لے گئے۔

ان کا کہنا تھا کہ تلاشی کے بعد جب اہلکار واپس گئے تو بالاچ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

’ہماری بالاچ سے عدالت میں ملاقات ہوئی‘

واحد بلوچ نے بتایا کہ 21 نومبر کو بالاچ کے خلاف مقدمے کے اندراج کے بعد ان کو انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔

انھوں نے بتایا کہ جب بھائی کو عدالت میں پیش کیا گیا تو وہاں ہماری ان سے ملاقات بھی ہوئی اور ہم خوش ہوئے کہ ان کو عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔

بالاچ کے لواحقین کے وکیل جاڑین دشتی ایڈووکیٹ نے فون پر بی بی سی کو بتایا کہ بالاچ کے خلاف باقاعدہ سی ٹی ڈی کی جانب سے ایف آئی آر درج کی گئی تھی۔

’جب ان کو عدالت میں پیش کیا گیا تو عدالت نے دس روزہ ریمانڈ پر ان کو سی ٹی ڈی کے حوالے کیا۔ 29 تاریخ تک یہ ریمانڈ تھا لیکن اگلی پیشی سے قبل ان کی لاش ہسپتال میں پڑی ملی۔‘

ان کا کہنا تھا کہ لواحقین کے استفسار پر انھیں بتایا گیا کہ وہ سی ٹی ڈی کی کارروائی کے دوران مارے گئے۔

جاڑین دشتی ایڈووکیٹ کا کہنا تھا لاپتہ افراد کے لواحقین اس بات پر خوش ہوئے کہ سی ٹی ڈی ان کے خلاف مقدمات قائم کر کے ان کو عدالتوں میں پیش کر رہا ہے لیکن یہ امر افسوسناک ہے کہ زیر حراست قیدیوں کو اس طرح مارا جا رہا ہے۔

واحد بلوچ نے کہا کہ ہم اور ہمارے گھر والے اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمارے بھائی کو ہمارے سامنے اٹھا لیا گیا لیکن بعد میں بتایا گیا کہ ان کو بارود کے ساتھ پکڑا گیا ہے۔

انھوں نے سی ٹی ڈی کی جانب سے لگائے جانے والے اس دعوے کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے یہ الزام عائد کیا کہ ان کے بھائی کو دوران حراست قتل کیا گیا۔

’بالاچ کی طرح مارے جانے والے باقی تین افراد بھی لاپتہ کیے گئے تھے‘

تربت سول سوسائٹی کے کنوینز گلزار دوست بلوچ نے

فون پر بی بی سی کو بتایا کہ جمعرات کو بالاچ سمیت جن باقی تین افراد کی لاشوں کو تربت ٹیچنگ ہسپتال منتقل کیا گیا ان سب کی شناخت ہوگئی ہے۔

انھوں نے دعویٰ کیا کہ بالاچ کی طرح باقی تین افراد بھی ان لوگوں میں شامل تھے، جن کو مبینہ طور پر جبری طور پر لاپتہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے الزام عائد کیا کہ 'جعلی مقابلے میں ان کو مارنے کے بعد ان کی لاشوں کو ہسپتال منتقل کیا گیا۔'

ان کا کہنا تھا کہ مارے جانے والے باقی تین افراد کی شناخت ودود بلوچ، شکور بلوچ اور سیف بلوچ کے ناموں سے ہوئی جن کی عمریں 20 سے 22 برس کے درمیان تھیں۔

ان کا کہنا تھا کہ 'ودود بلوچ کو عید کے چوتھے روز پنجگور سے اٹھایا گیا تھا، شکور بلوچ کو ضلع کیچ کے علاقے تمپ اور سیف بلوچ کو یکم اگست کو تربت سے جبری طور پر لاپتہ کیا گیا تھا۔'

انھوں نے کہا کہ نہ صرف ان چار افراد کو ماورائے قانون قتل کیا گیا بلکہ اس سے چار پانچ روز قبل تین دیگر لاپتہ افراد کو گولی مارنے کے بعد ان کی لاشوں کو ایک گاڑی میں رکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ یہ لوگ ہوشاب کے علاقے میں سڑک کنارے بم دھماکے میں مارے گئے۔

ان کا کہنا تھا کہ اس واقعے میں مارے جانے والے افراد کی شناخت عادل بلوچ، شاہ جہاں بلوچ اور نبی داد بلوچ کے ناموں سے ہوئی۔

انھوں نے بتایا کہ ان میں سے 'عادل بلوچ کو 22 اگست کو میرے ایک رشتہ دار کے چیمبر سے جبکہ شاہ جہاں بلوچ اور نبی داد بلوچ کو 25 اگست کو تربت سے جبری طور پر لاپتہ کیا گیا تھا۔'

ان کا کہنا تھا کہ 'ہوشاب سے ملنے والی ان لاشوں کو میں نے خود دیکھا تھا، جن کو پہلے گولی ماری گئی تھی اور پھر ان کو گاڑی میں ڈال کر دھماکہ کیا گیا۔'

تاہم سرکاری حکام کی جانب سے یہ بتایا گیا تھا کہ یہ افراد دھماکہ خیز مواد لے جاتے ہوئے گاڑی میں دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔

سرکاری حکام اور سی ٹی ڈی کا کیا کہنا ہے؟

بلوچستان کے وزیر اطلاعات جان محمد اچکزئی نے بالاچ سمیت ان افراد کو جعلی مقابلے میں ہلاک کرنے کے الزام کو سختی سے مسترد کیا۔

بی بی سی کی جانب سے بالاچ بلوچ کے لواحقین اور احتجاج کرنے والی تنظیموں کی جانب سے لگائے جانے والے الزامات کے سوال پر ان کا کہنا تھا کہ سی ٹی ڈی نے بالاچ نامی ایک شخص کو گرفتار کیا تھا جنھوں نے یہ اعتراف کیا تھا کہ ان کا تعلق کالعدم تنظیم سے تھا۔

'انھوں نے دوران تفتیش یہ بھی انفارمیشن دی تھی کہ پسنی روڈ پر ان کے دو تین ساتھی رات کو قیام کرتے ہیں۔'

ان کا کہنا تھا کہ ان معلومات کی بنیاد پر سی ٹی ڈی نے وہاں چھاپہ مارا تا کہ ان لوگوں کو گرفتار کیا جائے مگر جب سی ٹی ڈی کے اہلکار وہاں پہنچے تو بالاچ نامی شخص کے ساتھیوں نے سی ٹی ڈی کے اہلکاروں پر راکٹ فائر کیا۔ جس پر سی ٹی ڈی اور دہشت گردوں کے درمیان 20 منٹ تک فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا جس کے دوران یہ لوگ مارے گئے جبکہ ان کے بعض ساتھی فرار ہوئے۔'

انھوں نے استفسار کیا کہ ان لوگوں نے کس طرح یہ تعین کیا کہ یہ ایک جعلی مقابلہ تھا حالانکہ 'وہاں سے اسلحہ برآمد ہوا، اس کی تفصیل بھی ہے۔ دو کلاشنکوف، آئی ای ڈی ریموٹ کنٹرول اور ایک موٹر سائیکل برآمد ہوا جس پر بارود نصب تھا۔'

> **پریس ریلیز کے مطابق بالاچ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ 'اس سلسلے میں ایک موٹر سائیکل پر آئی ای ڈی نصب کر چکے ہیں جو کہ اس وقت پسنی روڈ پر ایک خفیہ مقام پر موجود ہے اور اس مقام پر ان کے ساتھی اکثر رات کو موجود ہوتے ہیں۔**

اس سلسلے میں بی بی سی نے کیچ پولیس کے سربراہ ضیا مندوخیل سے فون پر رابطہ کیا لیکن انھوں نے کال وصول نہیں کی تاہم کیچ پولیس کے ایک اہلکار نے بتایا کہ ان افراد کی لاشوں کو سی ٹی ڈی کے اہلکاروں نے ہسپتال منتقل کیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ یہ لوگ مقابلے میں مارے گئے ہیں۔

اس حوالے سے جب سی ٹی ڈی کے ایک سینیئر افسر سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ سی ٹی ڈی نے اس واقعے سے متعلق ایک تفصیلی پریس ریلیز جاری کی ہے۔

سی ٹی ڈی کی پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ سال 2023 میں کالعدم عسکریت پسند تنظیموں بی ایل اے اور بی ایل ایف نے تربت اور ضلع کیچ میں دہشت گردی کی 158 کارروائیاں کیں جن میں 66 معصوم لوگ ہلاک اور 30 سے زائد زخمی ہوئے۔

پریس ریلیز کے مطابق سی ٹی ڈی بلوچستان کے آئی بی اوز کے نتیجے میں آٹھ دہشت گردوں کو گرفتار کر کے ان سے

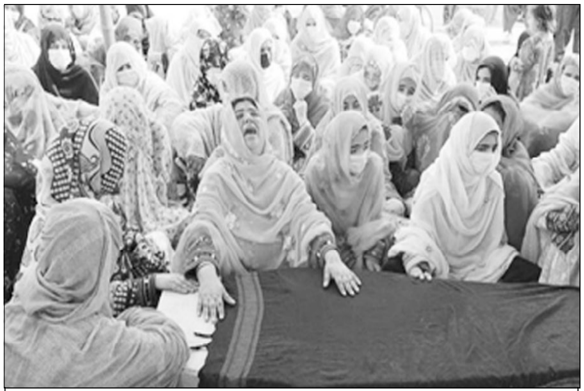

بالاچ کی لاش کو دفنانے کی بجائے ان کے لواحقین نے لاش کو رکھ کر فدا شہید چوک پر دھرنا دیا جو جمعے کے روز بھی جاری رہا

اسلحہ و گولہ بارود برآمد کیا گیا اور ان افراد کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ سی ٹی ڈی کی پریس ریلیز کے مطابق 20 نومبر 2023 کو بالاچ ولد مولا بخش کو پانچ کلو بارودی مواد کے ساتھ گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرنے کے علاوہ ان کا ریمانڈ حاصل کیا گیا۔

دوران تفتیش انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کا تعلق کالعدم عسکریت تنظیم سے ہے۔ انھوں نے یہ بھی اعتراف کیا کہ وہ یہ بارودی مواد اپنے دیگر ساتھیوں کے لیے لے جا رہا تھا جنھوں نے تربت شہر میں دہشت گردی کی ایک اور کارروائی کرنی تھی۔

پریس ریلیز کے مطابق بالاچ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ 'اس سلسلے میں ایک موٹر سائیکل پر آئی ای ڈی نصب کر چکے ہیں جو کہ اس وقت پسنی روڈ پر ایک خفیہ مقام پر موجود ہے اور اس مقام پر ان کے ساتھی اکثر رات کو موجود ہوتے ہیں۔'

پریس ریلیز میں دعویٰ کیا گیا کہ اس انکشاف پر سی ٹی ڈی بلوچستان کی ایک چھاپہ مار ٹیم نے 22 اور 23 نومبر کی درمیانی شب بالاچ کی نشاندہی پر اس جگہ پر چھاپہ مارا مگر وہاں پہنچتے ہی پہلے سے موجود عسکریت پسندوں نے فائرنگ کی اور راکٹ بھی فائر کیے۔ سی ٹی ڈی کی ٹیم نے جوابی فائرنگ کی اور عسکریت پسندوں کو ہتھیار ڈالنے کے لیے وارننگ دی۔

پریس ریلیز کے مطابق عسکریت پسندوں کی فائرنگ سے 'ملزم بالاچ موقع پر ہی ہلاک ہوا جبکہ اس کے ساتھ موجود اہلکار بلٹ پروف جیکٹ پہننے کی وجہ سے محفوظ رہا۔ فائرنگ کا تبادلہ 15 سے 20 منٹ تک جاری رہا جس کے دوران کچھ عسکریت پسند اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر فرار ہوگئے۔'

پریس ریلیز کے مطابق جب فائرنگ کا تبادلہ رک گیا تو وہاں پر تین عسکریت پسندوں کی لاشیں ملیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

انسانی حقوق کی خراب صورت حال

توصیف احمد خان

ملک میں انسانی حقوق کی صورت حال کسی صورت بہتر نہیں ہو پا رہی ہے۔ انسانی حقوق کے تناظر میں صورتحال اتنی خراب ہے کہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے قائم ہونے والے سرکاری اداروں، سول سوسائٹی کی تنظیموں کے علاوہ بین الاقوامی تنظیمیں بھی تشویش کا اظہار کر رہی ہیں۔

روزنامہ ایکسپریس کی 22 نومبر کی اشاعت میں یورپی یونین کی سالانہ رپورٹ شایع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ میں جبری گمشدگیوں اور میڈیا پر پابندیوں پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں پاکستان پر زور دیا گیا ہے کہ وہ معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے قوانین کو ان کی حقیقی روح کے مطابق نافذ کرے۔

یورپی یونین کی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ قانون سازی کی اصلاحات، جبری گمشدگیوں کے الزامات اور اظہارِ رائے کے خدشات موجود ہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق کی مسلسل خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ سزائے موت کا دائرہ محدود کرنے کے کچھ اقدامات کیے گئے ہیں مگر اس ضمن میں بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہونے کے لیے مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔ یورپی یونین کی اس رپورٹ میں 9 مئی کے فسادات اور فوجی عدالتوں میں شہریوں کے مقدمات کا بھی ذکر ہے۔ یورپی یونین کی اس رپورٹ کو مرتب کرنے والے ماہرین کا بیانیہ ہے کہ بدعنوانی سیاسی اور معاشی دونوں طرح سے پھیلی ہوئی ہے۔ رپورٹ میں قومی احتساب بیورو (NAB) کی آزادی پر بھی سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

ان ماہرین کی ریزرویشن ہے کہ بدعنوانی کے خلاف بیان بازی اور قانونی مقدمات کو سیاسی رنگ دیا گیا ہے۔

اس ملک میں انسانی حقوق کی آگہی کے لیے مسلسل جدوجہد کرنے والے غیر سرکاری انسانی حقوق کمیشن HRCP کی سالانہ کانفرنس اس ماہ کے وسط میں لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔

اس کانفرنس میں چاروں صوبوں کے مندوبین نے اپنے صوبوں کی انسانی حقوق کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔ ایچ آر سی پی کی اس کانفرنس میں ایک قرارداد میں کہا گیا تھا کہ انسانی حقوق کی صورتحال اتنی خراب ہے کہ عام آدمی خود کو بے اختیار سمجھنے لگا ہے۔ ملک میں بے روزگاری اور معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے۔

ایچ آر سی پی کے اراکین کی متفقہ رائے تھی کہ عام انتخابات میں سیاسی انجینئرنگ سے جمہوری نظام کمزور ہوگا اور قانون کی حکمرانی کو دھچکا پہنچے گا۔ ایچ آر سی پی کے اراکین نے لاپتہ افراد کی تلاش کے کمیشن کے سربراہ کی کارکردگی پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح معاشرے کے کمزور گروہوں جس میں مذہبی اقلیتیں بھی شامل ہیں کے حقوق کی پامالی پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ نائن الیون کی دہشت گردی کے بعد جب کابل میں لڑی جانے والی جنگ کراچی تک پہنچی اور انتہا پسند گروہوں کی تعداد بڑھ گئی اور ان انتہا پسند گروہوں نے معاشرے کے کمزور گروہوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ ملک کے مختلف علاقوں میں خودکش حملہ آوروں نے عبادت گاہوں، مذہبی جلوسوں اور فوجی تنصیبات پر حملے کیے۔

مذہبی انتہا پسند گروہوں نے خیبر پختونخوا اور سابقہ قبائلی علاقوں میں خواتین کے تعلیمی اداروں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ بلوچستان میں نواب اکبر بگٹی کے قتل کے بعد دہشت گردی کی ایک لہر آئی۔ جن کے خلاف مختلف نوعیت کے آپریشن کیے گئے۔ بلوچستان میں سیاسی کارکنوں کے لاپتہ ہونے کے بعد ان کی مسخ شدہ لاشیں ملنے لگیں۔ لاپتہ افراد کا دائرہ پنجاب اور سندھ تک پھیل گیا۔ یوں پہلے یہ معاملہ میڈیا پر آیا، پھر عدالتوں میں عرض داشتیں داخل ہوئیں۔ سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری نے لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس جاوید اقبال کی قیادت میں ایک کمیشن قائم کیا مگر اس کمیشن کی کارکردگی متاثر کن نہ رہی۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کی ہدایت پر سابق وزیر اعظم چیئرمین پی ٹی آئی نے لاپتہ بلوچ طالب علموں کے والدین سے ملاقات کی اور انھیں مکمل تعاون کا یقین دلایا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے سابق وزیر اعظم شہباز شریف کو طلب کیا۔ شہباز شریف نے معزز عدالت کو یقین دہانی کرائی مگر وہ کچھ نہ کر سکے۔ اب پھر اسلام آباد ہائی کورٹ نے نگران وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ کو 50 بلوچ طالب علموں کے لاپتہ ہونے کے معاملے میں عدالت میں طلب کیا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ نے لاپتہ افراد کے لواحقین کو معاوضہ دینے کا حکم دیا ہے مگر یہ معاملہ کسی صورت حل نہیں ہو پا رہا۔

یورپی یونین، اقوام متحدہ، انسانی حقوق کونسل اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی سالانہ رپورٹوں میں پاکستان میں لاپتہ افراد کے مسئلہ کا ذکر ہوتا ہے۔ یورپی یونین اور ایچ آر سی پی کی رپورٹوں میں معاشرے کے کمزور گروہوں خاص طور پر غیر مسلم شہریوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے، مگر یہ واقعات کسی صورت ختم ہوتے نظر نہیں آرہے۔

نگران حکومت کے دور میں پنجاب کے شہر جڑانوالہ میں مسیحی برادری کے گھروں پر حملے ہوئے۔ اگرچہ ان حملوں میں کوئی ہلاکت نہیں ہوئی مگر کئی گھر نذر آتش کر دیے گئے۔ چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ اپنی اہلیہ کے ساتھ جڑانوالہ گئے۔

نگران وزیر اعلیٰ پنجاب اور نگران وزیر اعظم نے بھی جڑانوالہ کا دورہ کیا۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے متاثرین کی بھرپور مدد کی۔ سارا الزام بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' پر ڈال دیا گیا مگر اس سانحے کی تحقیقات کے لیے عدالتی کمیشن نہیں بنا۔ اب لاہور ہائی کورٹ نے صوبائی حکومت کو پھر کمیشن کے قیام کے لیے نوٹس جاری کیا ہے۔

ایک اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے ایک فرد نے لاہور میں ایچ آر سی پی کے سالانہ اجلاس میں راقم الحروف کو بتایا کہ جڑانوالہ سانحہ کے بعد لاہور میں ایپکس کمیشن کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں پولیس کو پابند کیا گیا کہ وہ اقلیتی گروہوں کو مسلسل تحفظ فراہم کرے۔ ایپکس کمیٹی کے تحت سخت فیصلوں کے بعد حالات میں تبدیلی آئی ہے۔

فوج کے سپہ سالار جنرل عاصم منیر نے بھی علماء کے ایک وفد سے ملاقات کی۔ اقلیتی گروہوں کے ساتھ مثبت رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ اقتدار میں نافذ کیے جانے والے متنازع مذہبی قوانین کو ذاتی دشمنی یا دیگر مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بے گناہ شہری جیلوں میں بند ہیں۔ ماضی میں برسر اقتدار حکومتوں نے ان قوانین کو بہتر بنانے کے عزائم ظاہر کیے تھے مگر عملاً کچھ نہ ہوا۔ جدید سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے ظہور کے بعد یہ معاملات مزید سنگین ہو گئے۔

یورپی یونین، ایچ آر سی پی اور سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کو اس بات پر تشویش ہے کہ سویلین اسپیس کم ہو رہا ہے اور یہ خدشات پائے جاتے ہیں کہ سیاسی انجینئرنگ کا ہتھیار شفاف انتخابات کو سبوتاژ کر دے گا جس کے نتیجے میں اگلی حکومت اور عوام میں فاصلے طویل ہوں گے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ یورپی یونین اور یورپی ایکسٹرنل ایکشن سروس EEAS نے جی ایس پی (GSP) پر مشترکہ رپورٹ شایع کی۔ یہ رپورٹ یورپی یونین کی پارلیمنٹ میں زیرِ غور آئے گی اور پاکستان کی GSP+ کی حیثیت (Status) پر غور ہوگا، اگر یورپی یونین نے GSP+ کا درجہ کم کیا تو گارمنٹس کی صنعت کے لاکھوں مزدور متاثر ہوں گے اور ملک کا معاشی بحران بڑھ جائے گا۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

ماں کی زندگی بچائیں یا بچے کی؟

ڈاکٹر طاہرہ کاظمی

فائنل ایئر کے طلبہ ہمارے لیکچر کے انتظار میں تھے لیکن لیکچر دینا ہمیں پسند نہیں تو ہم نے اپنے پسندیدہ انداز سے ٹیچنگ شروع کی۔

’28 سالہ ایک مریضہ اسپتال آتی ہے جو کہ 32 ہفتے کی حاملہ ہے۔ پچھلے تین دن سے اسے سر میں شدید درد ہے اور چکر بھی آ رہے ہیں۔ ڈیوٹی ڈاکٹر آپ ہیں، بتایئے آپ کیا کریں گے؟‘

لیجیے جناب، ہمارا یہ پوچھنا تھا کہ آنے لگے دھڑا دھڑ جواب میں چھپے سوالات۔

’سر درد پورے سر کا ہے یا آدھے سر کا؟‘ ’کیا پہلے بھی ایسا درد ہوا؟‘ ’خاندان میں ایسے سر درد کی ہسٹری موجود ہے کیا؟‘ ’کیا دوا لی ہے اب تک؟‘ ’سر کا ایم آر آئی کروایا کہ نہیں؟‘ ’کیا جسم میں کوئی حصہ ایسا ہے جو نم ہو گیا ہو؟‘ ’درد آنکھوں میں بھی ہے یا نہیں؟‘ ’تین دن سے مسلسل؟ یعنی کوئی وقفہ نہیں؟‘ ہم سب سوالات کے نفی میں جواب دیتے رہے اور جب سب کی زنبیل میں سوال ختم ہو گئے تب ہم نے پوچھا کہ کیا سر درد کا حمل سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے؟ جس پر جواب آیا ’جی، مائیگرین تو عام ہے حمل کے دوران‘، اور اس سے ملی جلی آوازیں آئیں۔ ’پھر؟‘ ہم نے پوچھا۔ سب خاموش رہے۔ ’کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کی جگہ میں ہوتی تو کیا کرتی؟ میں مریض کا بلڈ پریشر چیک کرتی‘۔

’اوہ۔۔۔یس۔۔۔جی۔۔۔جی۔۔۔‘

’اب آپ پوچھیں کہ کتنا بلڈ پریشر تھا مریض کا؟‘ ہم نے کہا۔ ’جی بتایئے‘۔ ’170 / 100۔ اب بتایئے، کونسا ٹیسٹ کریں گے فوراً؟‘ ہم نے پوچھا۔ ’پیشاب میں پروٹین نکل رہا ہے کہ نہیں؟‘ سب بیک زبان ہو کر بولے۔ یہ سن کر ہم مسکرا دیے کیونکہ اب وہ سب تشخیص کے قریب پہنچ چکے تھے۔

’اچھا چلو فرض کرو کہ پیشاب میں چربی تھری پلس ہے۔۔۔اب کیا کرو گے؟‘ ’بلڈ پریشر کی دوا دیں گے اور مزید ٹیسٹ کروائیں گے‘، جواب ملا۔ ’اس سے پہلے ایک نہایت ضروری کام‘، ہم نے پھر امتحان لیا۔ سب چپ ہو کر سوچ میں پڑ گئے۔ ’ارے بھئی، مریض کو اسپتال میں داخل نہیں کرو گے کیا؟‘ ہم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’جی۔۔۔جی۔۔۔‘، سب ہنس پڑے۔

’اچھا یہ تو آپ نے بتا دیا کہ بلڈ پریشر کی دوا دو گے اور مزید بلڈ ٹیسٹ بھیجو گے۔ فرض کرو کہ بلڈ ٹیسٹ کا نتیجہ نکل آیا ہے۔ خون میں پائے جانے والے پلیٹلیٹس کم ہیں۔۔۔(جی وہی مشہور عالم پلیٹلیٹس جو نواز شریف کی پراسرار بیماری میں سامنے آئے تھے) اور جگر میں بننے والا ایک اینزائم زیادہ ہے، اب بتاؤ کیا کرو گے؟‘

اشارے اس قدر واضح تھے کہ اب سب چیخ اٹھے۔۔۔’یہ ہیلپ سنڈروم ہے‘۔ ’واہ واہ۔۔۔کتنی جلدی تشخیص کر لی تم لوگوں نے‘، ہماری بات سن کر طلبہ ہنس پڑے۔ ایک شوخ نے مسکرا کر کہا، ’آپ باتوں میں لگا کر یہاں تک لے آئی ہیں‘۔

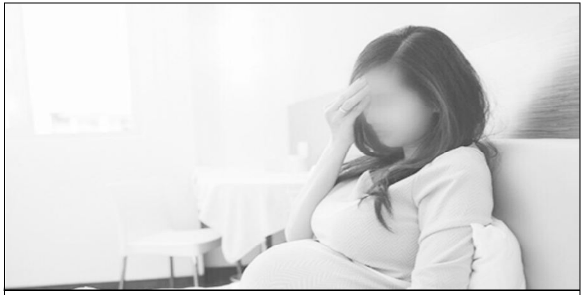

اگر 32 ہفتے کی حاملہ خاتون سر درد کی شکایت لیکر اسپتال جائے تو ڈاکٹر کو کیا کرنا چاہیے؟

’چلو یونہی سہی۔۔۔یہ میرا پڑھانے کا اسٹائل ہے مگر سمجھ تو آ گیا نا؟‘ ’جی بالکل، بہت اچھی طرح۔۔۔‘ بیک وقت سب بولے۔ ’اچھا اب بتاؤ، حمل 32 ہفتے کا ہے یعنی 8ویں مہینے کی ابتدا ہوئی ہے۔ بتاؤ کیا کرو گے؟‘ سب گہری سوچ میں ڈوب گئے کیونکہ ایک طرف ہیلپ سنڈروم تھا تو دوسری طرف ساڑھے سات ماہ کا بچہ۔۔۔کیا کریں؟

’بلڈ بینک سے پلیٹلیٹس منگوائیں اور لگائیں‘، ایک آواز آئی۔ ’اس سے کیا ہو گا؟‘ ہم نے پوچھا۔ ’پلیٹلیٹس زیادہ ہو جائیں گے‘، جواب آیا۔ ’مگر جو عمل جسم کے اندر ان پلیٹلیٹس کو تباہ کر رہا ہے وہ تو موجود رہے گا۔ وہ نئے پلیٹلیٹس کو بھی تباہ کر دے گا‘، ہم نے جواب دیا۔ ہمارا اعتراض درست تھا تو سب پھر سے سوچنے لگے۔ ’ہم مریض کو داخل رکھیں گے اور بلڈ پریشر کم کرنے کی دوائیں دیں گے‘، ایک طرف سے آواز آئی۔ ’کتنا عرصہ؟‘ ہم نے پوچھا۔ ’ایک مہینہ اور۔۔۔‘ جواب آیا۔ ’اس ایک مہینے میں ہیلپ سنڈروم کیا چپ کر کے بیٹھا رہے گا‘، ہم نے پوچھا۔ ’اچھا یہ بتاؤ کہ جگر جو اینزائم زیادہ بنا رہا ہے، اس کا کیا کریں؟‘ ہم نے پوچھا۔

ہمارے اس سوال پر پھر خاموشی چھا گئی۔ ’اور وہ جو گردوں سے تھری پلس پروٹین نکل رہا ہے۔۔۔اس کا کیا کرنا ہے؟‘ ’چلو یہ بتاؤ کہ اگر پلیٹلیٹس کم ہوں اور بلڈ پریشر زیادہ ہو تو کس بات کا خطرہ ہوتا ہے‘، ہم نے پوچھا۔ ’برین ہیمرج کا۔۔۔‘ سب اونچی آواز میں بولے۔ ’اب سوچو کہ ایک حاملہ عورت ہے جس کو ایسی بیماری ہو گئی ہے کہ برین ہیمرج کا خطرہ ہے تو ایسے میں کیا کرو گے؟‘ ہم نے بات آسان کر کے پوچھا۔ ’ڈلیوری کروائیں گے‘، سب چیخے۔ ’شاباش، ہیلپ سنڈروم میں ہمیشہ ماں کی زندگی کے بارے میں سوچا جاتا ہے۔ اگر ماں زندہ رہے گی تو بچے بہت۔۔۔لیکن اگر ماں ہی چل بسے تو ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا‘، ہم نے کچھ اداس ہو کر کہا۔

’اگلا سوال یہ ہے کہ بچہ کیسے ڈلیور کروانا ہے؟ ویجائنل یا سیزیرین؟‘

کچھ لوگوں نے ویجائنل کے حق میں ووٹ ڈالا اور کچھ نے سیزیرین کے لیے اور اب سب ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ ’دیکھو اس میں وقت قیمتی ہے۔ ماں کے جسم کے اندر خطرناک بیماری ہے جس کا واحد حل یہی ہے کہ بچے کو اس کے جسم سے نکال لیا جائے۔ بچے کے نکلتے ہی ہیلپ سنڈروم اپنے آپ ہی ختم ہونا شروع ہو جائے گا اور ماں صحت یابی کی طرف گامزن ہو جائے گی۔ سو کرنا یہ ہے کہ حساب لگاؤ جلد از جلد کیسے بچہ ڈلیور کروا سکتے ہو؟ اگر درد نہیں تو مصنوعی درد شروع کروانے میں بہت دیر لگ سکتی ہے۔ سو ماں کی زندگی بچانے کے لیے ضروری ہے کہ بچہ پیدا کروا لیا جائے‘۔

’کیا بچہ زندہ رہے گا؟‘ ہماری بات سن کر ایک طالبہ نے سوال کیا۔

’32 ہفتے بعد بچے کا وزن پونے دو کلو تک ہونا چاہیے۔ ترقی یافتہ ممالک میں ایک کلو بلکہ پونے کلو کا بچہ بھی بچایا جاتا ہے۔ البتہ ترقی پذیر ممالک کی کہانی مختلف ہے‘، ہم نے کہا۔

قارئین دیکھا آپ نے کہ ہم نے بات سر درد اور حمل سے شروع کی لیکن زیادہ تر طلبہ نے حمل کی طرف دھیان دینے کی بجائے سر درد کی وجوہات ڈھونڈنی شروع کر دیں جبکہ ہمیں اس مسئلے کا سراغ لگانا تھا جس میں سر درد کے ساتھ حمل ہو اور پھر بات بلڈ پریشر کی طرف چلے۔

عنوان سوچتے ہوئے ہمیں وہ سب ڈرامے یاد آ گئے جن میں پوچھا جاتا ہے ماں بچائیں یا بچہ؟ ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ نہ یہ سوال پوچھا جاتا ہے اور نہ ہی رشتے داروں کی طرف سے ملنے والی ایسی کسی ہدایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹری کی سائنس کے مطابق ماں کی زندگی کو ہمیشہ فوقیت دی جاتی ہے، بچے کو نہیں۔ مگر یہ وہ کیا جانیں جو سائنس کو ہی نہیں مانتے۔ سوچیے کہ ان کے گھر کی عورت کیا کسی اسپتال تک پہنچتی ہو گی جن کا خیال ہی یہ ہے کہ زچگی سے گزرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

ہیلپ سنڈروم کے بارے میں باقی آئندہ۔

☆☆☆

تربت یونیورسٹی میں منشیات پہنچ جاتی ہیں مگر کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں

محمد کاظم

’جن کتابوں پر دکانوں اور لائبریوں میں پابندی نہیں ہے اُن کو یونیورسٹی میں لے جانے کی کیوں اجازت نہیں؟‘

یہ کہنا ہے کہ بلوچستان کی تربت یونیورسٹی میں شعبہ قانون کے طالبعلم باہوٹ چنگیز کا جن کے مطابق تربت یونیورسٹی کی انتظامیہ کی جانب سے گذشتہ دنوں بلوچ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کو یونیورسٹی میں کتابوں کا سٹال لگانے سے روکا گیا۔

اس حوالے سے ایک ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر دیکھی جا سکتی ہے جس میں یونیورسٹی کے سکیورٹی اہلکار ہاتھوں میں کتابیں اٹھائے بعض طلبا کو یونیورسٹی میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں۔

بی بی سی نے اس ویڈیو کے حوالے یونیورسٹی کے طلبا اور انتظامیہ سے بات کی اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ اس واقعے کی حقیقت کیا ہے۔

باہوٹ چنگیز کا کہنا ہے کہ ’ایک طرف یونیورسٹی میں غیر نصابی کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں اور دوسری طرف ہوسٹل میں اگر چار طالبعلم اکھٹے بیٹھ جائیں تو بھی سکیورٹی اہلکار انھیں یہ کہہ کر اٹھا دیتے ہیں کہ یہاں اکھٹے ہونے کی اجازت نہیں۔‘

تربت یونیورسٹی کی انتظامیہ نے طلبا کے ان الزامات کو مسترد کرتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ تعلیمی سرگرمیوں میں اچھی کارکردگی نہ دکھانے والے بعض طلبا ’یونیورسٹی کو بدنام‘ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یونیورسٹی کی جانب سے جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا کہ ’ایک سیاسی پارٹی کی طلبا تنظیم نے یونیورسٹی سے باہر کے طلبا کی مدد سے ایک بک سٹال لگانے کی کوشش کی جس کے مقاصد صرف اور صرف سیاسی تھے۔‘

وائرل ویڈیو میں کیا ہے؟

سوشل میڈیا پر تربت یونیورسٹی کی اس ویڈیو میں چھ سے سات نوجوان نظر آتے ہیں جن کے ہاتھوں میں بہت ساری کتابیں ہیں۔ ان نوجوانوں کو سکیورٹی گارڈ یونیورسٹی کے مرکزی دروازے پر روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایک طالب علم بلوچی زبان میں کہتا ہے کہ ’یونیورسٹی کے چیف سکیورٹی آفیسر اور یونیورسٹی کی انتظامیہ میں بیٹھے لوگ چاہتے ہیں کہ یونیورسٹی کے اندر کتاب نہ جائے۔‘

طالب علم کہتا ہے کہ ’ہمارے پاس اور کچھ نہیں بلکہ صرف یہ کتابیں ہیں لیکن وہ ان کو اندر نہیں جانے دے رہے ہیں۔‘

ایک اور طالب علم کہتا ہے کہ ’یونیورسٹی میں منشیات تو پہنچ جاتی ہے لیکن باہر سے کتاب لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔‘

اسی ویڈیو میں موجود باقی طلبا سکیورٹی گارڈ سے یہ کہتے ہیں کہ ’آپ لوگ کس طرح کتابوں کو لے جانے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں، اگر یونیورسٹی میں ہم کتاب نہیں لے جائیں تو پھر یونیورسٹی کا کیا فائدہ ہے۔‘

طلبا کا اس حوالے سے کیا کہنا ہے؟

ویڈیو میں جن طلبا کو روکا جا رہا تھا ان میں یونیورسٹی میں شعبہ قانون کے آٹھویں سمسٹر کے طالب علم اور بی ایس او (پجار) کی مرکزی کمیٹی کے رکن باہوٹ چنگیز بھی شامل تھے۔

فون پر بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ وہ یونیورسٹی میں ایک بک سٹال لگانا چاہتے تھے اور اسی کے لیے کتابیں لے جا رہے تھے لیکن ان کو یونیورسٹی کے گیٹ پر روکنے کی کوشش کی گئی اور کہا گیا کہ یونیورسٹی میں باہر سے غیر نصابی کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں۔

انھوں نے بتایا کہ ’پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں میں طلبا کی جانب سے بک سٹال لگتے ہیں جن میں زیادہ تر غیر نصابی کتابیں ہی ہوتی ہیں لیکن وہاں کوئی پابندی نہیں۔ معلوم نہیں تربت یونیورسٹی میں کتابوں کے سٹال لگانے پر پابندی کیوں ہے؟‘

بلوچ سٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی تربت زون کے صدر اور یونیورسٹی میں قانون کے دسویں سمسٹر کے طالب علم حبیب بلوچ نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے بھی کچھ عرصہ قبل یونیورسٹی میں بک سٹال لگایا تو ’انتظامیہ کی جانب سے رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی گئی اور ہمیں ہراساں کیا جاتا رہا۔‘

حبیب بلوچ نے بتایا کہ ’جن کتابوں کا سٹال وہ یونیورسٹی میں لگانا چاہتے ہیں وہ لٹریچر، فلسفہ، سیاست، تاریخ، بلوچی ادب اور نیشنلزم کے نظریات سے متعلق ہوتی ہیں۔‘

ان کا کہنا تھا ’طلبا کو سٹڈی سرکلز منعقد کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔‘

’بک سٹال سے قبل ہم نے ایک سٹڈی سرکل کا اعلان کیا تو یونیورسٹی کی جانب سے ایک نوٹیفکیشن نکالا گیا جس میں خبردار کیا گیا تھا کہ اگر سٹڈی سرکل کا انعقاد کیا گیا تو آپ لوگوں کی ہاسٹل الاٹمنٹ کو منسوخ کیا جائے گا۔‘

یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس میں بی ایس فورتھ سمسٹر کی طالبہ اور بلوچ سٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی کی انفارمیشن سیکریٹری نگرہ بلوچ نے بھی شکایت کی کہ یونیورسٹی میں نصابی کتب کے علاوہ دیگر کتابیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

’ہم نے یونیورسٹی انتظامیہ سے بار بار پوچھا ہے کہ عام کتابیں یونیورسٹی میں لے جانے کی کیوں اجازت نہیں تو وہ کوئی جائز جواز پیش کرنے کے بجائے کہتے ہیں کہ یونیورسٹی میں کتاب لے جانا منع ہے۔‘

’جو کتابیں یہ ہمیں یونیورسٹی میں نہیں لے جانے دیتے، وہ پاکستان میں ہر جگہ دستیاب ہیں۔‘

تربت یونیورسٹی کے حکام کا کیا کہنا ہے؟

بی بی سی نے طلبا کے الزامات کے حوالے سے یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر جان محمد سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ سفر کے باعث وہ اس حوالے سے بات نہیں کر سکتے تاہم انھوں نے اس سلسلے میں یونیورسٹی کی جانب سے جاری

ایک بیان بھیج دیا۔

اس بیان کے مطابق سوشل میڈیا پر کتابوں کے حوالے سے پابندی کا معاملہ حقائق پر مبنی نہیں۔

بیان کے مطابق تربت یونیورسٹی بلوچستان کی دوسری بڑی یونیورسٹی ہے جہاں 5000 ہزار سے زائد طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ان کے لیے یونیورسٹی میں دو بڑی لائبریریاں قائم کی گئی ہیں جہاں پڑھنے کے لیے ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں۔

تاہم یونیورسٹی کا کہنا ہے کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن، مرکزی اور صوبائی حکومت کی پالیسی کے مطابق تربت یونیورسٹی کی ایک واضح پالیسی ہے کہ کیمپس کے اندر کسی بھی قسم کی سیاسی سرگرمی کی اجازت نہیں۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ ’ایک سیاسی پارٹی کی طلبہ تنظیم نے یونیورسٹی کے اندر باہر کے طلبا کی مدد سے ایک بک سٹال لگانے کی کوشش کی جس کے مقاصد صرف اور صرف سیاسی تھے جبکہ اصل معاملہ اسی طلبا تنظیم کے دو کارکنان کا امتحانات میں مسلسل فیل ہونے سے متعلق ہے۔‘

بیان کے مطابق ’گذشتہ سمسٹر کے امتحانات میں فیل ہونے کی وجہ سے اس طلبا تنظیم سے جڑے دو طالب علموں سمیت 40 طلبہ وطالبات یونیورسٹی اکیڈمک قواعد وضوابط کے مطابق ڈراپ آوٹ ہو چکے ہیں جو مختلف ذرائع سے یونیورسٹی پر پریشر ڈال کر دوبارہ اسی سمسٹر میں اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتے ہیں جس میں وہ کئی بار فیل ہو چکے ہیں۔‘

بیان کے مطابق فیل ہونے کے باوجود یونیورسٹی نے ان کو پہلے سے دو مواقع دیے ہیں لیکن وہ پڑھائی میں بہتری نہیں لا سکے۔ ’یہی فیل اور ڈراپ آوٹ ہونے والے سٹوڈنٹ اب مختلف ہتھکنڈوں سے یونیورسٹی کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔‘

بیان میں کہا گیا ہے کہ ’یونیورسٹی آف تربت ایک ذمہ دار تعلیمی ادارہ ہے جس کا مقصد مکران ڈویژن سمیت بلوچستان بھر میں تمام شعبوں میں تعلیم پھیلانا اور ریسرچ کرنا ہے، اس لیے یونیورسٹی سے متعلق اس طرح کے منفی پروپیگنڈہ سے گریز کیا جائے۔‘

تاہم طلبا کے نمائندوں نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ان الزامات کو مسترد کیا اور کہا کہ معاملہ چند انفرادی طلبا کو نہیں بلکہ کتابوں کا ہے جو یونیورسٹی انتظامیہ نہیں چاہتی کہ یونیورسٹی میں لائی جائیں۔

بی ایس او پجار کے رہنما باہوٹ چنگیز نے یونیورسٹی انتظامیہ کی جانب سے اس الزام کو مسترد کیا ہے کہ فیل ہونے والے طلبا یونیورسٹی انتظامیہ کو بلیک میل کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ ’پاس اور فیل ہونا تعلیم کا حصہ ہے۔ ہم نے یونیورسٹی انتظامیہ سے پوچھا ہے کہ کس فیل ہونے والے طالب علم یا ان کے والدین نے آپ لوگوں پر دباؤ ڈالا ہے۔‘

ان کا کہنا تھا کہ ’یونیورسٹی انتظامیہ کے پاس بعض پابندیوں کے حوالے سے کوئی جواز نہیں ہے تو وہ بے بنیاد الزام عائد کر رہے ہیں۔‘

’آپ لوگ یہ کتابیں پڑھ کر پہاڑوں کا رخ کرتے ہیں‘

باہوٹ چنگیز نے بتایا کہ یونیورسٹی میں کتابوں کا سٹال لگانے کی کوشش سے قبل انھوں نے عطا شاد ڈگری کالج میں کتابوں کا ایک سٹال لگایا تھا تو ’وہاں ریاستی اداروں کے چند اہلکار آئے اور یہ کہا تھا کہ آپ لوگ جو کتابیں یہاں فروخت کر رہے ہیں، ان میں سے بعض پر پاکستان میں پابندی ہے۔‘

’جن کتابوں پر انھوں نے پابندی کی بات کی ان میں ایک سندھی ادیب کی مسخ شدہ لاشیں نامی کتاب کے علاوہ کارل مارکس، لینن اور چی گویرا سے متعلق کتابیں تھیں۔ انھوں نے کہا کہ ان کتابوں کو آپ لوگ فروخت نہ کریں۔‘

’ہم نے کہا یہ کتب پاکستان کے دیگر حصوں میں فروخت ہوتی ہیں تو آپ لوگ ان کو یہاں کیوں فروخت نہیں ہونے دیتے؟‘

’ہمارے سوال پر ان کا جواب تھا کہ پاکستان کے دوسرے حصوں کے لوگوں کے مائنڈ سیٹ سے آپ لوگوں کا مائنڈ سیٹ مختلف ہے۔ آپ لوگ یہ کتابیں پڑھ کر پھر پہاڑوں کا رخ اختیار کرتے ہیں۔‘

واضح رہے کہ بلوچستان میں جاری شورش کے آغاز کے ساتھ نا صرف نیشنلزم سے متعلق لٹریچر اور قوم پرست تنظیموں کے جرائد بلکہ سخت گیر موقف کے حامل قوم پرست رہنماؤں کی تصاویر کی فروخت میں اضافہ ہوا۔

قوم پرست رہنماؤں کی تصاویر کے علاوہ یہ لٹریچر اور جرائد عام دکانوں اور کتابوں کے سٹالز پر بھی دستیاب ہوتے تھے۔

تاہم 2010 کے بعد بلوچستان کے مختلف علاقوں میں بک سٹالوں پر چھاپوں کا سلسلہ شروع ہوا 2013 میں تربت میں عطا شاد ڈگری کالج پر سکیورٹی فورسز نے چھاپہ مارا اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے مصنفین کی کتابوں کے علاوہ قوم پرست طلبا تنظیموں کے جرائد اور رسالوں کو اٹھوایا گیا تھا۔

ان چھاپوں کے باعث سٹالوں پر قوم پرست رہنماؤں کی تصاویر اور قوم پرست تنظیموں کے جرائد کی فروخت کا سلسلہ بند ہو گیا تھا اور ان کی اعلانیہ فروخت اب کہیں نہیں ہو رہی۔

’مکران کے لوگوں کو کتابوں کا نشہ ہے‘

بلوچستان کے معروف دانشور اور کئی کتابوں کے مصنف ڈاکٹر شاہ محمد مری کہتے ہیں کہ ’مجھے نہیں لگتا کہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر یا انتظامیہ یونیورسٹی میں کتابوں کے سٹال کی راہ میں رکاوٹ ہے بلکہ اس کے پیچھے وہ مائنڈ سیٹ ہے جو یہ چاہتا ہے کہ لوگ جماعت اسلامی کے لٹریچر یا اس طرح کی دوسری کتابیں پڑھیں اور صرف تبلیغی بن جائیں۔‘

انھوں نے بتایا کہ ’لوگوں کو لٹریچر پڑھنے سے روکنے کی کوشش مکران ڈویژن میں ہو رہی ہے جو کہ پاکستان میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا علاقہ ہے اور مکران کی یہ دوسری نسل ہے جو کہ کتابیں پڑھ کر جوان ہوئی ہے۔‘

’وہاں کے لوگوں کو کتابیں پڑھنے کا نشہ ہے۔ جن لوگوں کو کتابیں پڑھنے کا نشہ ہو آپ ان کو کتابیں پڑھنے سے نہیں روک سکتے۔ ایسے علاقے میں لوگوں کو کتابیں پڑھنے سے روکنے کی کوشش کرنے والے میرے خیال میں ذہنی طور پر اپاہج ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں کے جو حاکم ہیں ان کو حکمرانی کرنی نہیں آتی جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرح کے کام کرتے رہتے ہیں۔‘

ڈاکٹر شاہ محمد مری نے کہا کہ ’جن کتابوں کو پڑھنے سے آپ لوگوں کو روکنے کی کوشش کریں گے وہ مزید پاپولر ہوں گی اور ان کے بارے میں لوگوں کی جستجو مزید بڑھے گی۔‘

بلوچستان کے نگراں وزیر اطلاعات جان محمد اچکزئی نے بلوچستان میں عام کتابوں کی خرید وفروخت پر پابندی کے دعوؤں کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی جانب سے عام کتابوں کی خرید وفروخت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ ’بلوچستان کے تعلیمی اداروں کے علاوہ مختلف علاقوں میں کتب میلوں کا انعقاد تسلسل کے ساتھ ہو رہا ہے جن کی باقاعدہ حکومت کی جانب سے سرپرستی بھی کی جاتی ہے۔‘

ان کا کہنا تھا کہ ’ایسے لٹریچر اور کتابوں پر ضرور پابندی ہے جو کہ ریاست کے خلاف ہیں یا جو کہ معاشرے میں نفرتوں کا باعث بنتے ہیں۔ ایسی پابندی صرف ہمارے ہاں نہیں بلکہ دنیا کی کوئی بھی ریاست شرانگیزی پھیلانے والے یا معاشرے میں نفرت کا باعث بننے والے لٹریچر یا مواد کی اجازت نہیں دیتی۔‘

(بشکریہ بی بی سی اردو)

قلم آزاد

ترتیب وادارت: ادریس بابر

آخری آدمی کا رجز

مصاحبین شاہ مطمئن ہوئے کہ
سرفراز سربریدہ بازوؤں سمیت
شہر کی فصیل پر لٹک رہے ہیں
اور ہر طرف سکون ہے
سکون ہی سکون ہے
فغان ِ خلق اہل طائفہ کی نذر ہو گئی
متاعِ صبر وحشت دعا کی نذر ہوگئی
اُمید ِاجر بے یقینی جزا کی نذر ہوگئی
نہ اعتبار ِ حرف ہے نہ آبروئے خون ہے
سکون ہی سکون ہے
مصاحبین شاہ مطمئن ہوئے کہ
سرفراز سر بریدہ بازوؤں سمیت
شہر کی فصیل پر لٹک رہے ہیں
اور ہر طرف سکون ہے
سکون ہی سکون ہے
خلیجِ اقتدار سرکشوں سے پاٹ دی گئی
جو ہاتھ آئی دولت ِ غنیم بانٹ دی گئی
طناب ِ خیمہ لسان و لفظ کاٹ دی گئی
فضا وہ ہے کہ آرزوئے خیر تک جنون ہے
سکون ہی سکون ہے
مصاحبین شاہ مطمئن ہوئے کہ
سرفراز سربریدہ بازوؤں سمیت
شہر کی فصیل پر لٹک رہے ہیں
اور ہر طرف سکون ہے
سکون ہی سکون ہے

(افتخار عارف)

یہودی جسم میں فلسطینی دِل کا پیوند

جب مجھے دل کا عارضہ ہوا
پیوند قلب ہی زندگی کا راستہ تھا
سارے اسرائیل میں کوئی دل نہ تھا
جو میرے لیے دھڑکتا ہو
کوئی ناکارہ جسم نہ تھا،
جس کا دل میں چوری کر سکتا
میرا داؤدی ستارہ ڈوبنے والا تھا
خدا کا کرنا ہوا
فلسطین سے جو تازہ لاشیں آئیں
اُن کے دل، گردے اورآنکھیں
بیماروں میں بٹ گئے
ایک سلامت، صالح،
مسلم دل نے سستے داموں
میرے سینے میں دھڑکن پکڑی
اک مصنوعی موت کے بعد
میں پھر سے افق پر طلوع ہوا
میرے ہنستے گاتے جسم میں
اب اِک مسلم لاش کا دل پیوستہ ہے
شکر خدا کا
اِس میں بہتا خوں خالص یہودی ہے

(زاہد اِمروز)

چناؤ

بٹوارے سے بہت پہلے کے حسین دن!
صبح کی تازہ ہوا میں اذان
اور پوجا کا فرق نہیں تھا
لوگ چائے کی ٹپری پہ
اخبار بطور بہانہ لیے بیٹھتے تھے
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں
داخلے محبتوں کی تکمیل کیلئے ہوا کرتے تھے
مصیبت کے وقت امدادی کیمپس میں
ہندو اور مسلمان ایک ساتھ داخل ہوتے تھے
میں جیل کی دیواروں پہ
پچھتاوے کے آنسو چھوڑ جاؤں گا
ہندو سکھ فسادات میں تلوار اٹھاتے ہوئے
میرے ہاتھ بہت کانپے تھے
مجھے علم ہونا چاہیے تھا کہ
ایک مسلمان دوست سکھ بھائی
کی حفاظت کیلئے سامنے آ سکتا ہے
گھر سے جیل تک کے تمام سفر میں سیاسی
جماعتوں کے گٹھ جوڑ کی باتیں سنتے آیا ہوں

(کاشف اورا)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے
ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:
www.hrcp-web.org

کمسن بیٹی کو بازیاب کرنے کا مطالبہ

حیدر آباد ٹنڈو حیدری کی رہائشی خدیجہ شہزاد مکرانی نے اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ 14 سالہ بیٹی کے مبینہ اغوا کے خلاف حیدر آباد پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا۔ اس موقع پر انھوں نے بتایا کہ وسیم آرائیں، فہیم آرائیں، اور اوشاق آرائیں سمیت دیگر نے زبردستی ان کے گھر میں گھس کر اسلحہ کے زور پر قیمتی سامان لوٹنے کے ساتھ ساتھ ان کی بیٹی شاہ ڈنی کو اغوا کیا لیکن پولیس ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ انھوں نے ایس ایس پی سے اپیل کی کہ معاملے کا نوٹس لے کر ان کی بیٹی کو بازیاب کرایا جائے۔

(بوٹا امتیاز)

شوہر پر تشدد کا الزام

حیدر آباد حیدر آباد کے علاقے کمہار محلّہ کی رہائشی صوبیہ راجپوت نے اپنے بچوں کے ہمراہ شوہر کے مظالم کے خلاف حیدر آباد پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا۔ صوبیہ نے بتایا کہ میرا شوہر عابد راجپوت نشے کا عادی ہے جو کہ مجھے ہر وقت تشدد کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ متاثرہ خاتون نے متعلقہ حکام سے معاملے کا نوٹس لے کر اسے فوری انصاف دینے کا مطالبہ کیا۔

(بوٹا امتیاز)

پائیدار ترقی کے لیے معذوریوں سے متاثرہ افراد کے حقوق یقینی بنانا ضروری، گوتیرش

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے کہا ہے کہ 2030 کے ایجنڈے کی تکمیل کی مدت میں نصف وقت گزر جانے کے بعد معذوریوں سے متاثرہ افراد کو بدستور امتیازی سلوک اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ پائیدار ترقی ایسے لوگوں کی ضروریات اور حقوق پر بھرپور توجہ کا تقاضا کرتی ہے۔ سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے یہ بات جسمانی معذوریوں سے متاثرہ افراد کے عالمی دن پر اپنے پیغام میں کہی ہے۔

فیصلہ سازی میں شمولیت

انہوں نے کہا ہے کہ اس سال یہ عالمی دن یاد دلاتا ہے کہ پائیدار ترقی کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اس عہد کی تکمیل ضروری ہے تا کہ ترقی کی دوڑ میں کوئی پیچھے نہیں رہے گا۔ ان میں خاص طور پر ایسے 1.3 ارب لوگ شامل ہیں جو کسی نہ کسی جسمانی معذوری کا شکار ہیں۔ اس کا مطلب جسمانی معذوریوں سے متاثرہ افراد کے حقوق سے متعلق کنونشن کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں ہر فیصلہ سازی میں شامل کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہر ملک میں غربت کے خاتمے سے لے کر صحت، تعلیم اور موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے تک پائیدار ترقی کے تمام اہداف کے حصول کی کوششوں میں انہیں ساتھ رکھنا ہے۔

اقوام متحدہ کی مثال

سیکرٹری جنرل کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ 'معذوریوں سے متاثرہ افراد کی شمولیت' سے متعلق حکمت عملی کے ذریعے اس کا عملی نمونہ پیش کر رہا ہے۔ ادارے کی جانب سے اس مقصد کے لیے پیش رفت کو بڑھانے کی غرض سے رکن ممالک کو بھی تعاون مہیا کیا جا رہا ہے۔ اپنے پیغام میں انہوں نے کہا ہے کہ معذوریوں سے متاثرہ افراد کو درپیش مسائل ہر سماجی شعبے میں ان کی بامعنی شمولیت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اس دن پر وہ دنیا سے کہتے ہیں کہ ہر ملک اور معاشرے میں مساوی حقوق پر مبنی طریقہ ہائے کار وضع کرنے اور ان سے کام لینے میں معذوریوں سے متاثرہ افراد کو ساتھ رکھا جائے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

بس پر عسکریت پسندوں کی فائرنگ، دو فوجیوں سمیت نو افراد ہلاک

گلگت پاکستانی ریجن گلگت بلتستان کے علاقے چلاس میں ایک مسافر بس پر عسکریت پسندوں کی فائرنگ میں نو افراد ہلاک ہوگئے۔ حکام نے بتایا کہ قراقرم ہائی وے پر یہ حملہ ہفتے کی رات کیا گیا اور مرنے والوں میں دو فوجی بھی شامل ہیں۔ عسکریت پسندوں نے ایک مسافر بس پر یہ خونریز حملہ قراقرم ہائی وے پر چلاس کے علاقے میں کیا۔ پاکستانی صوبے خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور سے اتوار تین دسمبر کو ملنے والی رپورٹوں کے مطابق مقامی پولیس نے بتایا کہ مسلح عسکریت پسندوں نے جس مسافر بس پر حملہ کیا، وہ شمالی پاکستان میں گلگت سے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے جڑواں شہر راولپنڈی جا رہی تھی۔ پولیس افسر عظمت شاہ نے نیوز ایجنسی اے پی کو بتایا کہ چلاس میں جب اس بس پر حملہ کیا گیا، تو ڈرائیور فوری طور پر اس پر قابو نہ رکھ سکا اور یہ بس سامنے سے آنے والے ایک ٹرک سے ٹکرا گئی۔ اس تصادم کے نتیجے میں ٹرک کو آگ لگ گئی۔ بس اور ٹرک دونوں کے ڈرائیور موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ طبی ذرائع کے مطابق اس حملے میں بس میں سوار جو افراد ہلاک ہوئے، ان میں پاکستانی فوج کے دو اہلکار بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کم از کم 26 افراد زخمی بھی ہو گئے، جنہیں علاج کے لیے مقامی ہسپتالوں میں منتقل کر دیا گیا۔

یہ حملہ دہشت گردانہ کارروائی ہے، صوبائی وزیر داخلہ

گلگت بلتستان کے وزیر داخلہ شمس لون نے اس واقعے کے فوری بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ خونریز حملہ ایک "دہشت گردانہ کارروائی'' ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس حملے کے بعد پولیس نے سڑک کا متاثرہ حصہ بند کر دیا اور پولیس کی مدد سے اس علاقے سے عام ٹریفک کو صرف کارواں کی صورت میں آگے بڑھنے کی اجازت دی گئی۔ مقامی پولیس کے ایک سینئر افسر سردار شہریار کے مطابق نو ہلاک شدگان میں ایک مقامی عالم دین مفتی شیر زمان بھی شامل ہیں۔ گلگت بلتستان کے وزیر اعلیٰ گلبار خان نے عسکریت پسندوں کے اس حملے کی فوری چھان بین کے لیے ایک تفتیشی ٹیم مقرر کر دی ہے۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ حکومت اس حملے کے مرتکب دہشت گردوں کو گرفتار کر کے انہیں سزائیں دلوانے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔

پاکستانی طالبان کی طرف سے تردید

آخری خبریں آنے تک اس حملے کی ذمے داری کسی بھی عسکریت پسند گروپ نے قبول نہیں کی۔ اسی دوران پاکستانی طالبان کی ممنوعہ تنظیم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے ترجمان محمد خراسانی نے ایک بیان میں کہا کہ یہ حملہ نہ تو ٹی ٹی پی نے کیا ہے اور نہ ہی پاکستانی طالبان کا اس حملے سے کوئی تعلق ہے۔ اس مسافر بس پر حملہ پاکستانی دارالحکومت اسلام آباد اور چین کے دارالحکومت بیجنگ کو ملانے والی اس شاہراہ پر کیا گیا، جو قراقرم ہائی وے کہلاتی ہے۔ نیوز ایجنسی ڈی پی اے نے لکھا ہے کہ چلاس کے علاقے میں یہ حملہ ایک ایسے وقت پر کیا گیا، جب پاکستان میں عسکریت پسندوں کے دہشت گردانہ حملوں میں گزشتہ کئی مہینوں سے قدرے تیزی آ چکی ہے۔ ایسے حملے زیادہ تر شمالی اور شمال مغربی پاکستان میں خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان کہلانے والے صوبوں میں کیے گئے ہیں، جن کی سرحدیں افغانستان سے ملتی ہیں۔

(بشکریہ ڈی ڈبلیو)

نوشکی بدستور ضلعی سیکرٹریٹ سے محروم

نوشکی ضلع نوشکی کا شمار بلوچستان کے اولین اضلاع میں ہوتا ہے۔نوشکی کو ضلعی ہیڈکوارٹر کا درجہ دیا گیا ہے۔مسٹر برے چاغی کے پہلے پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوئے۔1906 سے 1947 تک 41 انگریز پولیٹیکل ایجنٹوں نے اپنے فرائض منصبی سرانجام دیئے۔14 اگست 1947 کو قیام پاکستان کے بعد اس وقت تک 80 پولیٹیکل ایجنٹ اور ڈپٹی کمشنر اپنے فرائض منصبی سرانجام دے چکے ہیں لیکن 118 سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ڈسٹرکٹ کے ضلعی سربراہ کے لیے آفس کا قیام عمل میں نہ لانا صوبائی حکومت اور نوشکی کے منتخب عوامی نمائندوں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔2004 میں چاغی کو رقبے کی بنیاد پر دو اضلاع چاغی اور نوشکی میں تقسیم کر دیا گیا۔ چاغی کا نیا ضلعی ہیڈکوارٹر دالبندین کو بنایا گیا۔تین چار سالوں میں دالبندین میں ضلعی سیکرٹریٹ کا قیام عمل میں لایا گیا لیکن نوشکی بدستور ضلعی سیکرٹریٹ سے محروم ہے۔ڈپٹی کمشنر،ایڈیشنل ڈپٹی اسسٹنٹ کمشنر،لوکل گورنمنٹ کے دفاتر پر قابض ہیں جس کی وجہ سے لوکل گورنمنٹ کے ملازمین کو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔نوشکی میں ضلعی سیکرٹریٹ نہ ہونے کی وجہ سے جہاں ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر کے عملہ کو مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہیں عوام کو اپنے مسائل کے سلسلے میں دشواریوں اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ڈپٹی کمشنر آفس کے احاطے میں سکریٹریٹ کے لیے خالی اراضی موجود ہے جو ضلعی سیکرٹریٹ کے لیے انتہائی موزوں جگہ ہے۔نوشکی کے افسران کی مشکلات اور عوام کی دشواریوں اور وقت کے ضیاع کو مدنظر رکھتے ہوئے نوشکی میں ضلعی سیکرٹریٹ کے منصوبے پر ترجیحی بنیادوں پر عمل کیا جائے۔

(محمد سعید بلوچ)

جی ایس پی پلس جائزے میں جبری گمشدگیاں مرکزی حیثیت اختیار کر گئیں

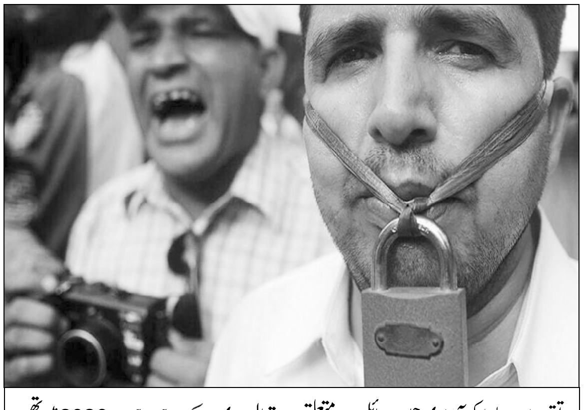

تقریر اور میڈیا کی آزادی جیسے مسائل سے متعلق صورتحال بڑی حد تک وہی رہی جو 2020 میں تھی

اسلام آباد پاکستان کی ترجیحی تجارتی حیثیت کے جائزے کے دوران یورپی یونین نے جبری گمشدگیوں اور میڈیا کی سکڑتی آزادی کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے جی ایس پی پلس اسٹیٹس کے دو سالہ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سول سوسائٹی کے لیے گنجائش، تقریر اور میڈیا کی آزادی جیسے مسائل سے متعلق صورتحال بڑی حد تک وہی رہی جو 2020 میں تھی۔فورتھ جی ایس پی رپورٹ میں جبری گمشدگیوں کے معاملات میں ملوث افراد کو سزائیں نہ دیے جانے کے مسئلے کو اجاگر کیا گیا، تاہم اس میں خواتین، بچوں کے حقوق، خواجہ سراؤں کے تحفظ، ماحولیاتی تحفظ اور گڈ گورننس پر مسلسل مثبت پیش رفت کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔یہ جائزہ اس لیے بہت اہم ہے کہ اس میں جی ایس پی اسکیم سے فائدہ اٹھانے والے ممالک کی جانب سے 27 اہم عالمی قوانین پر پیش رفت کا پتا چلتا ہے۔27 کنونشنز میں انسانی حقوق، مزدوروں کے حقوق، ماحولیاتی معیارات اور گڈ گورننس شامل ہیں۔فروری 2020 میں جاری کی گئی پچھلی رپورٹ میں آزادی اظہار اور تقریر پر تقریباً یکساں خدشات کا اظہار کیا گیا تھا۔سال 2020-22 کا احاطہ کرتی 2023 کی رپورٹ میں قانون سازی کے محاذ پر پاکستان کی مثبت پیشرفت کا اعتراف کیا گیا ہے۔رپورٹ کے مطابق نگرانی کے دورانیہ میں ایک پریشان کن رجحان جو سامنے آیا اس میں متعدد صحافی پر تشدد حملوں اور نامعلوم گمشدگیوں کا شکار ہوئے ہیں۔آن لائن ٹرول خاص طور پر سرگرم رہے جنہوں نے اہم ناقدین کے خلاف ٹارگٹڈ مہم چلائی، رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں بہت سے صحافیوں نے اس طرح کی صورتحال کا سامنے کرنے سے بچنے کے لیے سیلف سنسرشپ کا سہارا لیا۔جائزے میں کہا گیا کہ مختلف انتظامی، قانونی اور دیگر اقدامات کے ذریعے یہ پابندی صرف میڈیا تک محدود نہیں تھی، ان کے ذریعے سیاسی کارکنوں، انسانی حقوق کے محافظوں اور منتخب نمائندوں کی اظہار رائے کی آزادی بھی کم ہوئی ہے۔رپورٹ میں سفارش کی گئی کہ پاکستان اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے دفتر کی مقامی شاخ کو سہولت فراہم کرے۔اکتوبر میں پاکستان کے جی ایس پی پلس کو مزید چار سال کے لیے 2027 تک بڑھا دیا گیا تھا، جی ایس پی پلس اسٹیٹس کے تحت پاکستان یورپی مارکیٹس میں برآمدات پر ڈیوٹی فری یا کم ترین ڈیوٹی کی سہولت کا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔پاکستان ترجیحی تجارتی حیثیت سے 2014 سے مستفید ہو رہا ہے، اس سے یورپی یونین کو پاکستانی برآمدات میں 108 فیصد اضافہ ہوا جب کہ درآمدات 65 فیصد بڑھیں، ملک کا تجارتی حجم 2013 میں 8.3 ارب یورو سے بڑھ کر 14.85 ارب یورو ہو گیا۔پاکستان میں یورپی یونین کی سفیر نے نوٹ کیا کہ پاکستان اپنی برآمدات کی اشیا کی اقسام کو بڑھا کر اور ویلیو ایڈڈ مصنوعات کے ذریعے ہی جی ایس پی پلس اسٹیٹس سے مکمل استفادہ کر سکتا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

غربت بھوک کی وجہ سے نوجوان کی خودکشی جبکہ بچی دودھ نہ ملنے کی وجہ سے جاں بحق

چمن چمن احتجاجی دھرنے میں بیٹھے ہزاروں افراد فاقہ کشی کا شکار ہو رہے ہیں۔ 18 سالہ گل شاہ ولد عبدالعلی نامی نوجوان نے بے روزگاری سے تنگ آ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر ڈالا۔چمن کے علاقے کلی محلّہ حاجی کرم خان میں 22 سالہ نوجوان نے خودکشی کر کے زندگی ختم کر لی۔ مرحوم کے والد عبدالعلی نے بتایا کہ گل شاہ پاک افغان باب دوستی سرحد پر مقامی تجارت پر جاتا تھا اور دن کو پانچ، چھ سو روپے کماتا تھا۔بارڈر پر پاسپورٹ کی شرط کے اطلاق کے بعد سے گل شاہ بے روزگار تھا اور گھریلو حالات سے سخت پریشان رہتا تھا۔وہ حصول روزگار کے لئے کراچی گیا جہاں پولیس نے افغانی ہونے کے شبے میں اسے گرفتار کیا جس کی وجہ سے وہ ایک ہفتے تک جیل میں رہا۔بڑی مشکل سے وہاں سے رہا ہوا تو کوئٹہ آیا۔وہاں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد واپس چمن آیا اور کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے گلے میں پھندہ ڈال کر زندگی ختم کر لی۔ ایک اور واقع میں کلی حاجی فیض اللہ خان میں والدین کے پاس دودھ کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے ایک سالہ بچی جاں بحق ہو گئی۔

(محمد صدیق مدنی)

ظلم کا دور کب ختم ہوگا؟

بہاولپور چولستانیوں کے حقوق کی تحریک چلانے پر انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ ریٹائر اُستاد ماسٹر اللہ رکھا کلیار نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ نے چولستان کی اراضی کی بروقت، صاف اور شفاف الاٹمنٹ کے تاخیری حربے کے خلاف پرامن احتجاج کی اجازت کیلئے عدالتِ عالیہ لاہور کے بہاولپور بنچ میں پٹیشن دائر کر رکھی تھی جس کا فیصلہ پٹیشنرز کے حق میں آیا۔ جس کے نتیجے میں انتظامیہ نے انہیں انتقام کا نشانہ بنایا۔ موصوف نے چولستان ترقیاتی ادارہ بہاولپور میں فوٹو اسٹیٹ کی دوکان کا ٹھیکہ لے رکھا تھا جسے انتظامیہ نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے بند کر دیا اور تمام قیمتی سامان بھی ضبط کرلیا۔ متعلقہ اعلیٰ اداروں سے اپیل ہے کہ اللہ رکھا کو انصاف دیا جائے۔ (نامہ نگار)

غیر رسمی مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر زور

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان میں چاول کے کارخانوں، غلہ منڈیوں، سبزی منڈیوں، فرٹیلائزر ایجنسیوں، تعمیرات اور دیگر غیر رسمی شعبوں میں کام کرنے والے ہزاروں محنت کشوں کو لیبر قوانین کے تحت قانونی مراعات نہ ملنے کے خلاف پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے پریس کلب میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ ورکرز فیڈریشن کے مرکزی رہنماء محبوب قریشی نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہاں آکر پتا چلا ہے کہ مختلف کارخانوں اور ایجنسیز پر اجرت پر کام کرنے والے ہزاروں ورکرز اور ملازمین کو ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن (ای او بی آئی) اور سندھ ایمپلائز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن (ایس ای ایس ایس آئی) میں بھی رجسٹر نہیں کیا جا رہا جو کہ لیبر قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر محکمہ لیبر کی خاموشی سوالیہ نشان ہے۔ ایچ آر سی پی کے عہدیدار امداد چانڈیو نے کہا کہ ضلع ٹنڈو محمد خان ایک ایسا علاقہ ہے جہاں 3 شوگر ملیں اور 52 رائیس ملز ہیں لیکن وہاں محنت کشوں کو کسی قسم کی قانونی سہولیات میسر نہیں۔ ایچ آر سی پی کی کونسل رکن پشپا کماری، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر، ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر نعیم سومرو، ڈی ایس پی، چیمبر آف ایگریکلچر کے مرکزی رہنماء نبی بخش سٹھیو، میونسپل کمیٹی کے کونسلر طارق پٹھان، رائیس ملرز ایسوسی ایشن کے جنرل سیکریٹری رمضان ملاح، سینیئر صحافی غلام نبی کیریو، پریس کلب کے صدر مظفر رند، رمضان شور، اعجاز جسکانی، الیاس پٹھان، راؤ غلام حسین اور دیگر نے خطاب کیا۔ سیمینار کے اختتام پر راقم الحروف سمیت 07 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ (محمد رمضان شورو)

غیر قانونی تارکین وطن کے انخلا پر اقوام متحدہ کے ادارے کا اظہار تشویش

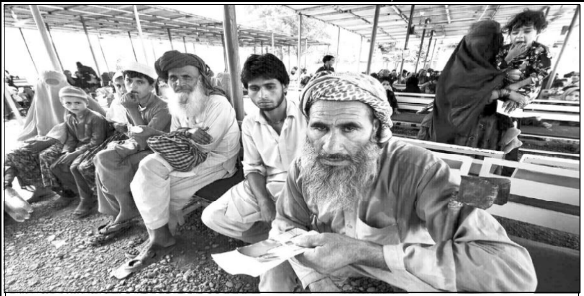

رجسٹرڈ اور صحیح دستاویزات کے حامل افغان شہری ملک بدری کے عمل میں شامل نہیں مگر اعلانات اور کارروائیوں نے گھبراہٹ کا احساس پیدا کر دیا ہے

اسلام آباد اقوام متحدہ کے پناہ گزینوں کے ادارے (یو این ایچ سی آر) نے پاکستان کی جانب سے غیر دستاویزی غیر ملکی شہریوں کو ملک چھوڑنے کے حکم پر تشویش کا اظہار کیا ہے کیونکہ ان احکامات سے رجسٹرڈ مہاجرین اور درست دستاویزات کے حامل دیگر افغان شہریوں پر بھی منفی اثر پڑا ہے۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں یو این ایچ سی آر کی نمائندہ فلپا کینڈلر نے جنیوا میں اقوام متحدہ کے یورپی ہیڈکوارٹر میں ایک پریس بریفنگ میں بتایا کہ افغانستان میں بڑے پیمانے پر واپسی انسانی بحران میں مزید اضافہ کر رہی ہے کیونکہ بعض مقامات پر موسم سرما کا درجہ حرارت منفی 4 ڈگری سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 3 اکتوبر کو پاکستان کی جانب سے وطن واپسی کے منصوبے کے اعلان کے بعد سے 3 لاکھ 74 ہزار افراد افغانستان واپس لوٹ چکے ہیں۔ فلپا کینڈلر نے کہا کہ ہم پاکستان میں افغان باشندوں کی گرفتاری اور ملک بدری میں غیر معمولی اضافہ دیکھ رہے ہیں، افغانستان لوٹنے والے بہت سے لوگ غیر محفوظ ہیں، ان میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں جنہیں مناسب پناہ گاہ فراہم کیے بغیر چھوڑ دیا گیا تو سخت سردی میں ان کی جانیں جا سکتی ہیں۔ انہوں نے وضاحت دی کہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں جن افغان باشندوں کا انٹرویو کیا گیا ان کا کہنا تھا کہ وہ گرفتاری اور حراست کے خوف کی وجہ سے جلدی میں جا رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ تمام رجسٹرڈ اور صحیح دستاویزات کے حامل افغان شہری ملک بدری کے عمل میں شامل نہیں ہیں مگر اعلانات اور کارروائیوں نے گھبراہٹ کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے پناہ گزینوں کے ادارے کے نمائندے کا کہنا تھا کہ ہم بار بار اپنے اس مطالبے کو دوہرا رہے ہیں کہ پاکستان میں چاہے ان کی کوئی بھی قانونی حیثیت ہو مگر افغانستان واپسی رضا کارانہ، محفوظ اور باعزت طریقے سے ہونی چاہیے، ہم نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی تحفظ کے مستحق افراد کی شناخت کے لیے اسکریننگ میکانزم قائم کریں۔ (بشکریہ ڈان)

تفریحی مقام کی زبوں حالی کا نوٹس لیا جائے

نوشکی صحت مند معاشرے کی تشکیل میں پارکوں کی اہمیت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا بالخصوص یہ بچوں اور بچیوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما اور کردار پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں جس سے صحت مند معاشرے کی تشکیل ممکن ہوسکتی ہے۔ نوشکی میں بچوں کے تفریح کے لیے 15 جولائی 2004 کو پارک کی تعمیر عمل میں لائی گئی جس کا افتتاح سابق گورنر بلوچستان اویس احمد غنی نے کیا۔ پارک کے لیے وسیع وعریض جگہ مختص کی گئی۔ ابتدائی طور پر پارک میں گراسی بنا کر بچوں کی تفریح کے لیے جھولوں کی تنصیب عمل میں لائی گئی مگر متعلقہ حکام کی عدم توجہی سے پارک فعال نہ ہوسکا۔ 2017 میں سابق وزیر بلدیات حاجی میر غلام دستگیر بادینی نے وزیراعلیٰ بلوچستان کے ترقیاتی پیکیج سے پارک میں 40 ملین کی لاگت سے فٹ پاتھ، پارک کے چاروں اطراف ٹرین کے ٹریک، دو سوئمنگ پول، کینٹین، ٹک شاپ، پارلر شاپ اور اسٹریٹ لائیٹس کی تنصیبات عمل میں لائی گئیں۔ پارک کے تمام تفریحی آئیٹمز، اور فٹ پاتھ ٹریک بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسٹریٹ لائیٹس ناکارہ ہوگئی ہیں پچھلے دو سال سے پارک کو انتہائی کم ریٹ پر ٹھیکہ پر دیا گیا ہے لیکن ٹھیکیدار کی عدم توجہی سے بھی پارک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ نوشکی کی آبادی تین لاکھ سے زائد ہے لیکن تین لاکھ کی آبادی والے ضلعی ہیڈکوارٹر میں شہریوں اور بچوں کے تفریح کے لیے کوئی سہولت نہ ہونا بچوں کے مستقبل کے لیے سوالیہ نشان ہے پارک پر 6 کروڑ سے زیادہ لاگت آئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی شہریوں اور بچوں کو تفریحی سہولیات کی عدم فراہمی باعث تشویش اور قومی دولت کے ضیاع کے مترادف ہے۔ نوشکی کے بچوں اور بچیوں نے سکریٹری بلدیات کمشنر رخشاں، ڈویژن ڈپٹی کمشنر نوشکی اور چیئرمین میونسپل کمیٹی سے اپیل کی ہے کہ پارک کو فعال بنا کر شہریوں، خواتین اور بچوں کو تفریحی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے پارک کو تباہی سے بچائیں۔ (محمد سعید بلوچ)

بچے

دنیا کے پچیس کروڑ بچے اسکول جانے سے محروم: یونیسکو

اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارے (یونیسکو) نے بتایا ہے کہ دنیا بھر میں کسی بھی تعلیمی درجے میں سکول جانے سے محروم ہونے والے بچوں کی تعداد چھ ملین اضافے کے بعد 250 ملین تک پہنچ گئی ہے۔ کسی حد تک اس اضافے کی وجہ افغانستان میں خواتین اور لڑکیوں کے تعلیمی اداروں میں جانے پر عائد کردہ اجتماعی پابندی ہے تاہم دنیا بھر میں تعلیم کی فراہمی میں بڑے پیمانے پر آنے والے جمود کو بھی اس کا سبب کہا جا سکتا ہے۔ اس سے پائیدار ترقی سے متعلق اقوام متحدہ کے چوتھے ہدف کے حصول کی کوششوں کو نقصان پہنچ رہا ہے جس کا مقصد 2030 تک دنیا میں تمام لوگوں کو معیاری تعلیم مہیا کرنا ہے۔

تعلیم کے ہنگامی حالات

یونیسکو کی جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر ممالک ایس ڈی جی 4 کے حوالے سے اپنے قومی اہداف کے حصول کی راہ پر گامزن ہوتے تو مزید چھ ملین بچے اسکولوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے ہوتے اور مزید 58 ملین بچے اور نوعمر افراد سکولوں میں ہوتے جبکہ پرائمری سکولوں کے کم از کم 1.7 ملین اساتذہ کو تربیت دی جا چکی ہوتی۔ یونیسکو کی ڈائریکٹر جنرل آڈرے آزولے کا کہنا ہے کہ تعلیم ہنگامی حالات سے دوچار ہے۔ اگرچہ گزشتہ دہائیوں میں تمام لوگوں کو معیاری تعلیم کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے قابل ذکر کوششیں ہوئی ہیں تاہم یونیسکو کے اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب اسکول جانے سے محروم بچوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اگر ممالک اپنے لاکھوں بچوں کے مستقبل کو محفوظ بنانا چاہتے ہیں تو انہیں تعلیم کے لیے ہنگامی طور پر متحرک ہونا ہوگا۔ ایک سال قبل تعلیم میں تبدیلی لانے سے متعلق اقوام متحدہ کی کانفرنس میں 141 ممالک نے ایس ڈی جی 4 کی جانب پیش رفت کی رفتار بڑھانے کا وعدہ کیا تھا۔ ڈائریکٹر جنرل کا کہنا ہے کہ ان وعدوں کی اب عملی اقدامات کی صورت میں عکاسی ہونی چاہیے۔ اب ضائع کرنے کے لیے مزید وقت نہیں ہے۔ ایس ڈی جی 4 کے حصول کے لیے 2030 تک ہر دو سیکنڈ کے بعد ایک نئے بچے کو اسکول میں داخلہ دینا ضروری ہے۔ انہوں نے رکن ممالک سے کہا کہ لاکھوں بچوں کے مستقبل کا انحصار اب انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ 2015 سے اب تک پرائمری تعلیم مکمل کرنے والے بچوں کی تعداد میں تین فیصد سے بھی کم اضافہ ہوا ہے جو اس وقت 87 فیصد پر موجود ہے۔ ثانوی درجے کی تعلیم مکمل کرنے والے بچوں کی شرح پانچ فیصد سے کم اضافے کے ساتھ 58 فیصد ہے۔ اس مشمولہ طریقہ کار میں ممالک کو ایس ڈی جی 4 کے سات اہداف 2025 اور 2030 تک حاصل کرنے میں مدد فراہم کی گئی جن میں قبل از ابتدائی درجے کی تعلیم، اسکول میں حاضری، تعلیم کی تکمیل اور خواندگی، صنفی مساوات، سیکھنے کی استعداد، تربیت یافتہ اساتذہ کی دستیابی اور تعلیم پر سرکاری اخراجات شامل ہیں۔ (بشکریہ یو این خبر نامہ)

انسانی حقوق کونسل کا بچوں پر آن لائن بدسلوکی کے اثرات کا جائزہ

بچوں کے ساتھ آن لائن بدسلوکی کا نتیجہ اندیشے اور جذباتی پریشانی کی صورت میں نکلتا ہے اور ایسے واقعات کے متاثرین خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ اس مسئلے کی بہتر روک تھام کے لیے ٹیکنالوجی کی بڑی کمپنیوں کے اشتراک سے حکمت عملی کی تیاری ضروری ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) کے مطابق دنیا بھر میں 13 کروڑ طالب علم بدسلوکی کا سامنا کرتے ہیں جسے ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ نے اور بھی بڑھا دیا ہے۔ یونیسف کا اندازہ ہے کہ 13 سے 15 سال عمر کے ایک تہائی بچوں کے ساتھ ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ یوگنڈا سے تعلق رکھنے والی پندرہ سالہ سانتا روز میری نے کونسل کو اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کیا۔ روز میری بچوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہیں جن کا کہنا ہے کہ جب کسی کی نجی معلومات یا بے تکلفانہ ماحول میں لی گئی تصاویر آن لائن شیئر کر دی جاتی ہیں تو وہ فرد اپنے اردگرد لوگوں یا اپنے والدین کا سامنا تک نہیں کر سکتا۔ انہوں نے خبردار کیا کہ ایسی صورت حال میں بچے جب یہ محسوس کریں کہ اپنے لوگوں کے لیے ان کی اہمیت نہیں رہی تو وہ اپنی جان بھی لے سکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسانی حقوق کی نائب سربراہ ندا النشیف نے بتایا کہ خواتین کے خلاف ہر طرح کے امتیازی سلوک کے خاتمے سے متعلق کمیٹی (سی ای ڈی اے ڈبلیو) کے مطابق آن لائن بدسلوکی سے لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں دوگنا زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ ندا النشیف نے عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کی تحقیق کا حوالہ دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدسلوکی کا شکار ہونے والے بچوں کے اسکول چھوڑنے اور امتحانات میں اچھی کارکردگی نہ دکھانے، بے خوابی اور ذہنی امراض کا شکار ہونے خدشہ زیادہ ہوتا ہے۔ بعض جائزوں سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ ایسے واقعات کے اثرات بالغ زندگی میں بھی رہتے ہیں جن میں ذہنی دباؤ اور بیروزگاری نمایاں ہیں۔ ندا النشیف نے کونسل کو بتایا کہ آن لائن بدسلوکی کا پیچیدہ موضوع انسانی حقوق، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور پالیسی سے متعلق امور میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کلی طریقہ کار سے کام لینا اور اس کی بنیادی وجوہات سے نمٹنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں بچوں کی بات لازمی اہمیت کی حامل ہوگی۔ انہوں نے آن لائن دنیا میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کی کمپنیوں کے مرکزی کردار اور طاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کمپنیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صارفین کو اپنی معلومات اور نجی مواد خفیہ رکھنے کے ذرائع مہیا کریں اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کی مطابقت سے آن لائن مواد کی نگرانی سے متعلق رہنما ہدایات پر عمل کریں۔ ٹیکنالوجی کی کمپنی میٹا میں صارفین کے تحفظ کے شعبے کی ڈائریکٹر دیپالی لائبرہان نے بھی بات چیت میں شرکت کی اور اس مسئلے کی شدت کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ 2023 کی تیسری سہ ماہی میں ہی میٹا کے پلیٹ فارم فیس بک اور انسٹاگرام پر ایسے مواد پر مشتمل ڈیڑھ کروڑ چیزوں کی نشاندہی کی گئی جو بدسلوکی اور ہراساں کیے جانے کی زمرے میں آتی ہیں۔ ان میں بیشتر کو میٹا نے رپورٹ ہونے سے پہلے ہی اپنے پلیٹ فارم سے ہٹا دیا۔ انہوں نے آن لائن مواد کی نگرانی سے متعلق کمپنی کی پالیسیوں اور ایسے طریقوں کو واضح کیا جن کے ذریعے میٹا اپنے پلیٹ فارم پر ان پالیسیوں کو نافذ کر رہی ہے۔ انہوں نے اپنے اقدامات کی بابت آگاہی کے لیے ماہرین کے ساتھ شراکت اور صارفین کو بدسلوکی سے بچنے کے ذرائع کی فراہمی کے بارے میں بھی بتایا۔ سیشن کے اختتام پر بچوں کے حقوق سے متعلق کمیٹی کے رکن فلپ جیف نے کہا کہ اپنے بچوں کو تحفظ دینا سبھی کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ "ہمیں بچوں کو ان کے حقوق کے بارے میں باخبر بنانے کے علاوہ ممالک اور معاشرے کے دیگر حصوں کو ان کے تحفظ سے متعلق ذمہ داریوں سے متعلق مزید آگاہی دینا ہوگی۔" (بشکریہ یو این خبر نامہ)

عورتیں

بیوی اور کمسن بیٹیوں کی جان لے لی

سانگھڑ سانگھڑ کے تھانہ منگلی کی حدود میں واقع چک نمبر 1 گوٹھ عبداللہ لغاری میں ایک شخص نے چھریوں کے وار کر کے اپنی اہلیہ 35 سالہ رخسانہ لغاری، 3 سالہ بیٹی ساول لغاری اور ڈیڑھ سالہ بیٹی سھباں لغاری کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔ مقتولین پر نیند کی حالت میں حملہ کیا گیا تھا۔ واقعے کی اطلاع ملنے کے بعد منگلی پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر مبینہ قاتل شان علی لغاری کو حراست میں لے لیا تھا۔ گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ان کے علاقے میں منشیات عام ہے۔ شان علی نشے کا عادی تھا۔ سنجھورو ہوپ دی ہوم نامی ادارے سے اس کا علاج بھی کروایا گیا۔ نشے کی حالت میں اس کا دماغ کام نہیں کرتا تھا۔ پولیس ملزم سے مزید پوچھ گچھ کر رہی ہے۔ تاحال اس نے قتل کی وجہ نہیں بتائی۔ پولیس نے نعشیں تحویل میں لیکر سول اسپتال منتقل کر دی ہیں۔ (ابراہیم خلجی)

نوعمر لڑکی کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا

شہید بے نظیر آباد شہید بینظیر آباد کی تحصیل قاضی احمد کے نواحی علاقے گوٹھ مستی کوہی میں چند بااثر افراد نے مبینہ طور پر اہل خانہ کو بندوق کی نوک پر یرغمال بنا کر نوعمر لڑکی کو اجتماعی جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ علاقے کے بااثر شخص کلیم اللہ نے اسلحے کے زور پر اہل خانہ کو یرغمال بنایا اور لڑکی کو مبینہ زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔ اس واقعہ کا مقدمہ قاضی احمد پولیس اسٹیشن میں درج ہونے کے باوجود ملزمان آزاد پھر رہے ہیں اور ہمیں سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہے ہیں جبکہ پولیس اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ میڈیکل رپورٹ آنے اور مقدمہ درج ہونے کے باوجود ملزمان کیخلاف کارروائی نہیں کی جا رہی۔" متاثرہ لڑکی کی والدہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ ہونے والے ظلم سے متعلق بتاتے ہوئے کہا کہ "میری بیٹی کی زندگی برباد کرنے والے کلیم اللہ اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر کے مجھے انصاف دلایا جائے۔" پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے رضا کاروں نے متاثرہ لڑکی اور اس کی والدہ سے رابطہ کیا اور معاملہ وویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے شکایت سنٹر شہید بینظیر آباد کی انچارج زیب النساء راجپوت کے نوٹس میں لایا تا کہ متاثرہ لڑکی کو انصاف کی فراہمی کیلیے مدد مل سکے۔ جس پر شکایت سنٹر نے متاثرہ لڑکی کو انصاف دلانے کے لیے متعلقہ سرکاری محکموں کو شکایت ارسال کی۔ علاوہ ازیں، اسے قانونی مدد فراہم کرنے کی یقین دہانی بھی کروائی گئی۔

(آصف البشر خان)

جرگے کے حکم پر ایک اور لڑکی قتل

کوہستان خیبر پختونخوا کے ضلع مانسہرہ کے علاقے کوہستان میں مقامی جرگے کے حکم پر ایک نوجوان لڑکی کو مبینہ طور پر قتل کر دیا گیا۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق افسوسناک واقعہ کی مقامی پولیس افسر نے تصدیق کی جب کہ واقعہ نے 2011 میں ملک کے اس خطے سے تعلق رکھنے والی پانچ لڑکیوں کی ہلاکت کی دردناک یادیں تازہ کر دیں۔ مانسہرہ سے تقریباً 150 کلومیٹر شمال مغرب میں کولائی پلاس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ڈی ایس پی) مسعود خان نے بتایا کہ مقتولہ دو لڑکیوں میں سے ایک تھی جنھیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر وائرل ہونے والی ویڈیو میں مقامی لڑکوں کے ساتھ رقص کرتے دیکھا جا سکتا ہے۔ ڈی ایس پی نے بتایا کہ مقتولہ کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے جائے وقوع سے قریبی مرکز صحت منتقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوسری لڑکی کو پولیس نے اس کی جان کو لاحق خطرات کے پیش نظر اپنی تحویل میں لے لیا تھا لیکن ایک سینئر سول جج نے اسے اس کے والد کے ہمراہ گھر بھیج دیا جب کہ لڑکی نے اپنی جان کو لاحق خطرات کے خدشات کو مسترد کر دیا تھا۔ وائرل ویڈیوز میں نظر آنے والے لڑکے انتقامی کارروائیوں کے خوف سے روپوش ہوگئے ہیں۔ ڈی ایس پی مسعود خان نے کہا کہ بظاہر ایڈٹ کی گئی ویڈیوز اور تصاویر تین سے چار دن قبل سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھیں۔ پولیس افسر کا کہنا تھا کہ مقامی روایت کے مطابق جرگے نے سوشل میڈیا پر گردش کرنے والی تصاویر میں نظر آنے والے نوجوانوں کو 'چور' قرار دیتے ہوئے ان کے قتل کا حکم جاری کر دیا تھا۔ پولیس اہلکار نے کہا کہ ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے اور مجرم جنہوں نے قتل کا حکم نامہ جاری کیا اور جن لوگوں نے اس پر عمل درآمد کیا ان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔ متاثرہ خاندان نے مقدمہ درج کرنے کے لیے پولیس سے رابطہ نہیں کیا، اس لیے ایف آئی آر کولائی پلاس تھانے کے ایس ایچ او انور محمد خان کی مدعیت میں درج کی گئی ہے۔ ایف آئی آر میں پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 109، 302 اور 311 شامل کی گئی ہیں، ایف آئی آر کے مطابق پوسٹ مارٹم سمیت لیگو میڈیکل کارروائیاں کولائی پلاس پولیس نے کیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ایک دہائی قبل بھی اسی علاقے میں پیش آیا تھا جب کہ 2011 میں ڈانس کرنے والے لڑکے کے ہمراہ مقامی لڑکیوں کی خوشی منانے کی ویڈیو وائرل ہوئی تھی۔ ویڈیو میں نظر آنے والی پانچوں خواتین کو مبینہ طور پر مقامی جرگے کے حکم پر لڑکے کے چار بھائیوں سمیت قتل کر دیا گیا تھا۔ مبینہ قتل نے عالمی توجہ حاصل کی تھی اور سپریم کورٹ کے اس وقت کے چیف جسٹس افتخار چوہدری نے اس واقعے کا از خود نوٹس لیا تھا۔ (بشکریہ روزنامہ ڈان)

بیٹے کے ہاتھوں ماں اور بہن قتل

میانوالی پائی خیل کے علاقہ غنڈی میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق، عصمت اللہ نامی نوجوان نے اپنی والدہ سے پینشن بک مانگی اور والدہ کے انکار پر نے طیش میں آ کر اپنی ماں اور بہن کو گولیاں مار کر قتل کر دیا اور فرار ہوگیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا اور 6 نومبر کو ملزم کو گرفتار کر لیا تھا۔

(محمد رفیق)

جوان بہن بیوہ ماں کے ساتھ دربدر

نوشہرو فیروز شہید بے نظیر آباد کی رہائشی یتیم بچی طوبیٰ طل حسینی کھوکھر اپنے سوتیلے بھائیوں محمود کھوکھر، سہیل رانا، یوسف کھوکھر اور کزن ارسلان کھوکھر، حسان کھوکھر کے مبینہ ظلم و تشدد کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے ایک پریس کانفرنس کے دوران صحافیوں کو بتایا کہ میرے والد نواب سعد اللہ کھوکھر کے انتقال کے بعد میرے سوتیلے بھائی اور بھابیاں ہماری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جب ہم نے اپنا وراثتی حصہ مانگا تو ہم پر شدید تشدد کیا اور قید کر دیا۔ بعد ازاں ہمیں گھر سے بے دخل کر دیا۔ اب ہم دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اس صدمہ سے میری والدہ گلاب بانو بیمار رہنے لگی ہے۔ طوبیٰ نے مزید کہا کہ ہم نے اپنا حق مانگا تو مذکورہ لوگوں نے پولیس کو رشوت دے کر ہمارے خلاف من گھڑت مقدمہ درج کروا دیا۔ طوبیٰ کھوکھر اور اسکی والدہ بیوہ گلاب بانو نے چیف جسٹس آف پاکستان، آئی جی اور ڈی آئی سندھ پولیس ڈی آئی جی شہید بینظیر آباد سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے اور انہیں تشدد اور قید کا نشانہ بنانے والے اس کے سوتیلے بھائیوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔

(الطاف حسین قاسمی)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کی فائرنگ سے راہ گیر ہلاک

خیبر تحصیل باڑہ میں پولیس کی ناکہ بندی کے دوران ایک مشکوک گاڑی پر فائرنگ سے ایک پیدل چلتا بے گناہ شہری جاں بحق ہوگیا۔ جاں بحق شخص رحمت خان کا تعلق قبیلہ اکاخیل سنزل خیل سے تھا۔ اس واقعے نے باڑہ کے سیاسی اور سماجی حلقوں کو احتجاجی سرگرمی پر مجبور کیا۔ شہریوں نے پاک افغان شاہراہ پر ٹریفک بند کر کے احتجاجی مظاہرہ کیا اور واقعے میں ملوث پولیس اہلکاروں کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ (مسعود شاہ)

احمدی عبادت گاہ کی بے حرمتی

کوٹلی احمدیہ کمیونٹی کو ایک بار پھر ایک اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ آج آزاد جموں و کشمیر کے ضلع کوٹلی کے علاقے دولیاں جٹاں میں احمدیوں کی ایک اور عبادت گاہ پر جمعہ کی نماز سے قبل 40 نامعلوم شرپسندوں نے حملہ کیا۔ یہ شرپسند موٹر سائیکلوں پر آئے اور مذکورہ عبادت گاہ کے مینار اور طاق کو تباہ کرنے کے بعد مذہبی نعرے لگاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ یہ عبادت گاہ 1954 میں تعمیر کی گئی تھی۔ مذکورہ واقعہ ضلع کوٹلی کے تھانہ ناڑ کی حدود میں پیش آیا۔ صرف اس سال میں 40 احمدیوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی۔ آج کا واقعہ گو کہ ایسی ہی کارروائیوں کا تسلسل ہے لیکن یہ افسوسناک واقعہ انتہائی ضروری وقفے کے بعد پیش آیا۔ یہ مجرموں کے خلاف کارروائی کے لیے حکام کے لیے انتباہ ہونا چاہیے۔ (عامر محمود)

لاپتہ افراد کے اہل خانہ کا احتجاجی مظاہرہ

کوئٹہ وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز (وی بی ایم پی) نے نگران وزیر داخلہ سرفراز بگٹی کی سربراہی میں قائم لاپتا افراد سے متعلق کمیٹی کو مسترد کرتے ہوئے ہفتہ کو پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق مظاہرے کے دوران لاپتا افراد کے اہل خانہ اور ورثا نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر تمام لاپتا افراد کی بازیابی کے مطالبات درج تھے، احتجاج کی قیادت نصراللہ بلوچ اور ماما قدیر نے کی۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے وی بی ایم پی کے رہنماؤں نے کمیٹی کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہر حکومت عالمی برادری کو دھوکا دینے کے لیے ایسی کمیٹیاں تشکیل دیتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بلوچستان میں مظالم کی ہمیشہ حمایت کرنے والے سرفراز بگٹی کو کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر کلیم اللہ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے لاپتا ڈاکٹر اسمٰعیل کے 72 گھنٹے میں بازیاب نہ ہونے کی صورت میں سرکاری ہسپتالوں میں بائیکاٹ کرنے کا انتباہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ گمشدگی انتہائی قدم اور سمجھ سے بالاتر ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل کوئٹہ کے سول ہسپتال میں خدمات انجام دے رہے تھے اور ایک کورس میں شرکت کے لیے کراچی میں تھے۔ انہیں مبینہ طور پر طارق روڈ پر واقع ان کی رہائش گاہ سے 15 افراد نے اٹھایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ خاندان کے عدالت سے رجوع کرنے کے باوجود پولیس نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کر دیا۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

اٹھا کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا

خیبر ضلع خیبر کی تحصیل باڑہ میں گرفتار کیے گئے عبدالعزیز کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ آئی جی پی خیبر پختونخوا سمیت دیگر اعلیٰ حکام سے اصلاح احوال کا مطالبہ۔ ان خیالات کا اظہار خالد خان نے باڑہ پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبدالعزیز کو جیل سے رہائی ملی مگر جیسے ہی وہ سنٹرل جیل پشاور سے نکلے تو سی ٹی ڈی پولیس نے انہیں دوبارہ اٹھا کر نامعلوم مقام منتقل کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ عبدالعزیز کو ایف سی اسپتال کے نزدیک شاکس کے علاقے سے 6 اکتوبر 2023 کو اٹھایا گیا تھا جن کو بعد میں انسداد دہشت گردی کے عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ عدالت میں ٹرائل کے بعد ان کو 14 اکتوبر 2023 کو جیل بھیج دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ عدالت میں سماعت کے بعد جج نے عبدالعزیز کو ضمانت پر رہائی کا حکم صادر فرمایا۔ 4 نومبر 2023 کو رہائی کے بعد عبدالعزیز کو جیل کے باہر سے سی ٹی ڈی والوں نے دوبارہ اٹھا کر نامعلوم مقام منتقل کر دیا۔ جن کا ابھی تک کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ عبدالعزیز کے والد فوت ہو چکے ہیں جبکہ ان کی ماں روزانہ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھتی ہے کہ 'عبدالعزیز کب واپس آئے گا؟"" وہ یتیم ہے اور گھر کا اکلوتا وارث ہے۔" انہوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر عبدالعزیز نے کوئی جرم کیا ہے تو انہیں عدالت میں پیش کیا جائے۔

(مسعود شاہ)

حبس بے جا سے رہائی

عمرکوٹ 31 اکتوبر کو ایڈیشنل سیشن جج عمرکوٹ کے حکم پر سول و جوڈیشل مجسٹریٹ سامارو نے پولیس تھانہ سامارو پر چھاپہ مار کر الطاف بنگلانی، سلمان بنگلانی، سلیم سہتو، جبار ماچھی، گلزار ماچھی اور رمضان ماچھی کو بازیاب کیا۔ انہیں تھانے کی حوالات، رپورٹنگ روم، رہائیشی کواٹروں اور لیٹرین میں بند رکھا گیا تھا۔ بازیاب ہونے والوں پر کوئی مقدمہ درج نہ ہونے پر جج نے تمام افراد کو آزاد کر کے، ایس ایچ او کو ریکارڈ سمیت عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا۔ واضح رہے کہ ایک شہری ساجن بنگلانی نے عدالت میں سامارو پولیس کی طرف سے دو بنگلانی نوجوانوں کو حبس بے جا میں رکھنے کے خلاف عدالت میں درخواست دائر کی تھی جس کے بعد سامارو کے جوڈیشل مجسٹریٹ نے سامارو پولیس تھانے پر چھاپہ مارا تھا۔

(نامہ نگار)

HRCP شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔ اس وقت سے ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔ تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کردیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے
- انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدرآباد
- ڈپٹی سپریٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدرآباد
- سینیئر سپریٹنڈنٹ آف پولیس، حیدرآباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن
- خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ
- ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدرآباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی وثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:

دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور
خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان
پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی
بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ
نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:

بولو بھی، کراچی
ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈ، لاہور
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آر سی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تاکہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔ جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط

اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)
سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ ملتان
دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان
پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان
ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
ڈپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدرآباد، ر سکنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

هم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کرسکتے ہیں، واٹس ایپ کرسکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کرسکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کرسکتے ہیں۔

لاہور

طاہرہ حبیب / لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی

ندا تنویر / عبدالحئی
0315 111 6287 (ندا تنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور

اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی۔ 12 (نزد پی ایس او پمپ) جی۔ 8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔ 6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدرآباد

افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدرآباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔ اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیٹاں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت

ظہیر اسراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جٹیال، گلگت

تربت / مکران

وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے با عزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل: hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سیدرضا شاہ